

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام احمد رضا
قدس سره

کا
نظریہ تعلیم

محمد جلال الدین قادری

رضا اذا اشاعت لاهو

Marfat.com

Marfat.com



نام کتاب _____ امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم

تصنیف _____ سید جلال الدین قادری

ناشر _____ رضا دار الاشاعت لاہور

مطبع _____ احمد سجاد آرٹ پریس لاہور

قیمت _____

شبیہ برادرز اردو بازار لاہور

رضا دار الاشاعت

۲۵ نشتر روڈ، لاہور، پاکستان، فون ۷۶۵۰۴۴۰

RAZA DAR-UL-ASHAAT

25 Nashtar Road, Lahore Pakistan. Ph: 7650440

Marfat.com

Marfat.com

۵	انتساب
۶	بنام جہاندار و جہاں آفریں
۷	پیش لفظ (علامہ ارشد القادری مدظلہ (بھارت)
۱۰	اہل علم کا احترام و ادب
۱۲	دنیا اور برزخ کا باہمی تعاون
۱۵	حق العبد
۱۶	مسجد کے آداب
۱۹	وضو کرنے کا مسنون طریقہ
۲۱	وضو کی دعائیں
۲۳	فاضل بی بی کے مخالفین (آج کے اعراس)
۲۴	بوسہ مزار
۲۶	سود خوار کا حشر
۲۸	امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم
۳۰	فضائل علم (آیات بینات سے)
۳۲	فضائل علم (احادیث سے)
۳۴	فضائل علم (کلام اکابر سے)
۳۶	تعلیم کے متعلق اکابر ماہرین تعلیم کے نظریات
۳۷	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
۴۰	ابن خلدون

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ

۴۴	ڈاکٹر اقبال
۴۶	الاختیار
۵۴	امام احمد رضا قدس سرہ بحیثیت ایک عظیم ماہر تعلیم
۵۶	الارشاد نظریہ مرکزیت
۶۳	نظریہ افادیت
۶۷	نظریہ حکمت
۷۹	نظریہ عظمت
۸۶	نظریہ حرمت
۸۸	نظریہ مہابت
۹۳	نظریہ للہیت
۹۴	تعلیم اور جلب منفعت
۹۶	نظریہ روحانیت
۱۰۱	نظریہ شعرو ادب
۱۰۵	نظریہ ابتدائی تعلیم
۱۰۸	نظریہ تعلیم نسواں
۱۱۱	غیر ملکی امداد اور تعلیم
۱۱۷	کتاب اور تعلیم
۱۱۸	ذریعہ تعلیم
۱۲۰	تعلیم اور غیر متعلق امور
۱۲۱	ماخذ و مراجع
۱۲۳	اعلیٰ حضرت کے حضور میں
۱۲۸	

انتساب

گرامی سے عزت والہ ماجد حضرت قسب مولانا
خواجہ دین مجددی دامت برکاتہم العالیہ کی پُر خلوص دعاؤں کیساتھ
قدوة العلماء الراسخین حضرت شیخ الحدیث ابوالفضل
محمد سردار احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محدث اعظم پاکستان

کی بارگاہ میں اس کتاب کو پیش کرتا ہوں۔

ع
گر قبول افتد زہے عز و شرف

ہ
بادشاہ شکر سلطانِ خوش

یک نگاہ سے برگدائے سینہ ریش

محمد جلال الدین قادری عنی عنہ

لے افسوس کہ حضرت مولانا ممدوح کا ۱۰ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ ہجری ۶ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو انتقال ہو گیا۔
ادارہ آپ کے لئے ایصالِ ثواب کا متدعی ہے (ادارہ)

Marfat.com

Marfat.com

بنام جماند ارو جاں آفرین

حمد و ثناء اس خالق و مالک کی، جس نے اپنے محبوب کریم، رسول اعظم، مسند نشین عرش برین، رحمتہ للعالمین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے توسل، اور اپنی بے پایاں نوازشوں سے بہرہ مند فرمایا، پھر اہل علم و قلم کی سرپرستی، نیز صاحبان دولت و ثروت کے دل اس کی طرف مائل فرمائے اور پھر کرم بالائے کرم یہ کہ قارئین کرام کا باشعور بین الاقوامی حلقہ مرحمت فرمایا، جو رضا اکیڈمی کی نشریات سے مسلسل مستفیض ہو رہا ہے

براعظم، ایشیاء، یورپ، افریقہ، سے بھی ادارہ کے ساتھ الفت و محبت رکھنے والوں کے خطوط ہمارے مشن کی تعمیر و ترقی میں مدد و معاون ہیں، جن اہل علم و قلم کی نگارشات اور گرانقدر تجاویز و آراء نے ادارہ کو عروج و بلندی کی طرف مائل بہ پرواز کیا، ان میں ماہر رضویات، سعودی ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری نقشبندی مجددی، استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، محقق عصر، صاحب تحقیقات ایتہ حضرت علامہ مولانا محمد عبدالکلیم شرف قادری، خطیب دہلی، ادیب شہیر مولانا الحاج محمد فشا تابش قصوری دامت برکاتہم، خصوصیت سے قابل ذکر ہیں جو اپنی علمی و قلمی خدمات کے باعث قطعاً محتاج تعارف نہیں!

ہاں! ادارہ بے لوث، مالی خدمات سرانجام دینے والی ان تمام شخصیات کے لئے، شب صمیم دعاگو ہے جو نہایت خاموشی کے ساتھ کم توڑ منگائی اور روز بروز بڑھتی ہوئی ڈاک نرخوں کی تباہی کے اس ناہنجار دور میں نشر و اشاعت کے محاذ کو نہ صرف سنبھال دیئے ہوئے ہیں بلکہ اس محاذ کو مضبوط تر بنانے کے لئے دل کھول کر حوصلہ افزائی کر رہی ہیں

زیر نظر رسالہ ”امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم“ کئی سال قبل مولانا جلال الدین قادری مدظلہ نے مرتب فرمایا اور شائع ہوا، جسے اب اپنے کرم فرماؤں کی خواہش کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے، پہلے سے بھی عمدہ انداز میں شائع کرنے کی سعی کی جا رہی ہے، چنانچہ بطور تقدیم علامہ ارشد القادری مدظلہ کے پرکشش قلم سے ایک ایمان افروز تحریر شامل کی جا رہی ہے جو امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے نظریہ تعلیم کو مزید اجاگر کرتی ہے

حضرت علامہ مولانا جلال الدین قادری مدظلہ اہل سنت و جماعت کے خاموش مبلغ اور بڑی فعال شخصیت ہیں، وہ جو کچھ بھی لکھتے ہیں، محبت، سوز، درد سے لکھتے ہیں، یہ ترتیب بھی اپنے اندر انہی اوصاف کو لئے ہوئے ہے، اسے بغور پڑھئے اور اعلیٰ حضرت بریلوی کے نظریہ تعلیم کو عام کیجئے جو حقیقتاً ”تعلیم اسلام ہی سے عبارت ہے۔“

آخر میں التماس ہے آپ رضا اکیڈمی سے اپنے روابط مزید مضبوط بنائیے اور اس کی ہر طرح معاونت فرمائیے اللہ تعالیٰ جل و علی ہمارا حامی و ناصر ہو آمین! بجاہ طہ و یس علی اللہ علیہ وآلہ و سجدہ و سلم،

المجتبیٰ

طالب دعا

حاجی مقبول احمد قادری ضیائی

ناظم اعلیٰ رضا اکیڈمی لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

ایک ادنیٰ مسلمان بھی اس بات کو جانتا ہے کہ ہمارے اوپر تین طرح کے حقوق ہیں :-

نمبر 1 بندہ ہونے کی حیثیت سے خدا کا حق

نمبر 2 امتی ہونے کی حیثیت سے رسول کا حق

نمبر 3 انسان ہونے کی حیثیت سے انسان کا حق

اس لحاظ سے رسول کا حق بھی اللہ ہی کا حق ہے کہ وہ اللہ ہی کی طرف سے بندوں پر عائد کیا گیا ہے۔ لہذا جو لوگ رسول کے حق کا قولاً "عمللاً" اعتقاداً کسی درجہ میں بھی انکار کرتے ہیں وہ صرف رسول ہی کے منکر نہیں ہیں بلکہ خدا کے بھی منکر ہیں۔

قرآن کریم نے عہد رسالت میں پیدا ہونے والے ایک طبقہ کی بار بار نشان دہی کی ہے جو ایک خدا کی الوہیت کا بھی اقرار کرتا تھا، توحید و رسالت کی بر ملا شہادت بھی دیتا تھا اور نماز باجماعت کا بھی پابند تھا۔ لیکن ان ساری باتوں کے باوجود حبیب کبریا رسول مجتبیٰ ﷺ کی طرف سے دل کے نفاق و عناد میں مبتلاء ہونے کے باعث وہ ہمیشہ کے لئے خدا کے قہر و غضب کا نشانہ بن گیا۔ نہ اس کا کلمہ اس کے کلام آیا۔ اور نہ اس کی نماز خدا کے عذاب سے اسے بچا سکی۔

قرآن کریم میں اس مضمون کی سینکڑوں آیتیں ہیں جو واضح طور پر اس

عقیدے کی توثیق کرتی ہیں۔ کہ خدا اور بندے کے درمیان رسول ہی کی ذات مرکز تعلقات اور رضائے الہی کا معیار ہے۔

منصب رسالت کے خلاف منافقین مدینہ کی اٹھائی ہوئی تحریک جس کی قرآن نے بار نشاندہی کی ہے۔ وہ چودھویں صدی میں پھر منظم ہو گئی اور غضب یہ ہوا کہ اس فتنہ کے علمبرداروں نے اسے ایک دینی تحریک کی شکل دے دی اور اتنی خوب صورتی کے ساتھ عظمت پیغمبرانہ کے خلاف انہوں نے اپنا مشن چلایا کہ لوگ عرصہ دراز تک یہی سمجھتے رہے کہ یہ نبی کی تنقیص نہیں بلکہ عقیدہ توحید کے تحفظ کا مشن ہے لیکن خدائے قدیر امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تربیت پر رحمتوں کے پھول برسائے کہ اس عاشق پاکباز نے اس تحریک کے خلاف قلم اٹھا کر امت کو کفر و نفاق کے ایک بہت بڑے فتنہ میں مبتلا ہونے سے بچالیا۔ اور ہزاروں اوراق پر پھیلے ہوئے کتاب و سنت، تفسیر و فقہ اور اقوال سلف کے علمی ذخائر کی روشنی میں ثابت کر دکھایا کہ منصب رسالت کا احترام عقیدہ توحید سے متصادم نہیں بلکہ عقیدہ توحید کا عین مقتضاء اور مطلوب ہے۔

آج کے دور الحاد میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے علوم و معارف کی تبلیغ و اشاعت دین کی عظیم خدمت ہے، اس میں دو رائے نہیں ہے کہ اعلیٰ حضرت امام

اہل سنت نے اپنے پیچھے جو لٹریچر چھوڑا ہے وہ اسلام کی روح، دین کی غیرت و حمیت اور ایمان کے چشمے سے پھوٹنے والی قوتوں کا تحفظ کرتا ہے۔

مجھے یہ معلوم کر کے بے پایاں مسرت حاصل ہوئی کہ رضا اکیڈمی لاہور نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے علمی ذخائر اور ان کے دینی کارناموں کی نشر و اشاعت کے لئے ”آپ“ کے نام سے ایک تبلیغی ادارہ قائم کر رکھا ہے۔ خدائے قدیر اس کے تمام ارکان کو وقت کی ایک اہم ترین دینی ضرورت کی تکمیل کے لئے جزائے خیر عطا کرے۔ اور پروردہ غیب سے ان کی کامیابی کے وسائل فراہم کرے۔

تعلیمات امام احمد رضا کے نام سے رضا اکیڈمی کی اس پیشکش کو خدائے قدیر قبول فرمائے اور اسے اہل اسلام کے لئے دینی منفعت کا ذریعہ بنائے۔

آمین

ارشاد القادری

مہتمم مدرسہ فیض العلوم - جمشید پور

(بہار)

6 مارچ 1982ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اہل علم کا احترام و ادب

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو حضور پور نور جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں وہ مشہور صحابی رسول حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ وہ اپنے عمد طالب علمی کا واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے استلو کے ادب و احترام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میں درس کے لئے حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے در دولت پر جاتا اور وہ باہر تشریف نہ رکھتے ہوتے تو براہ ادب میں انہیں باہر سے آواز نہ دیتا بلکہ ان کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ جاتا۔

ہوا خاک اڑا کر میرے اوپر ڈالتی۔ جب حضرت زید کا شانہ اقدس سے باہر تشریف لاتے اور مجھے اس حل میں دیکھتے تو ارشاد فرماتے کہ اے ابن عم رسول اللہ ﷺ آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ کرا دی۔ تو میں عرض کرتا کہ یہ خلاف ادب تھا کہ میں آپ کو اپنے آنے کی اطلاع کرتا۔ قرآن حکیم نے مسلمانوں کو بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی ادب سکھلایا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرہم لا یعقلون
ولوانہم صبرواحتی تخرج الیہم لکان خیر الیہم واللہ غفور

رحیم

ترجمہ :-

یا نبی! جو لوگ حجرے سے باہر کھڑے ہو کر آپ کو آواز دے رہے ہیں ان میں سے اکثر لوگ نا سمجھ ہیں اگر وہ لوگ صبر سے کام لیتے یہاں تک کہ آپ خود باہر تشریف لاتے تو یہ ان کے حق میں کہیں بہتر تھا۔ اور چونکہ ان کی یہ لغزش بے خودی شوق میں ہے) اس لئے اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ 26 ع 13 سورہ حجرات)

ایک بار یہی حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار تھے کہ اسی درمیان حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے گھوڑے کی رکب تھام لی۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا اے ابن عم رسول اللہ ﷺ آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ جواب دیا ہمیں اسی طرح اہل علم کے لوب کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ سننا تھا کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے سے نیچے اتر پڑے اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ ہمیں بھی حکم دیا گیا کہ ہم اہل بیت اطہار کا اسی طرح ادب کریں۔

سبحان اللہ! وہ علم کا ادب تھا یہ نسبت رسالت کا ادب ہے دونوں ادب سے ایمان کی تصویر مکمل ہو گئی۔

حضرت امام کسائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قراءت سے ایک جلیل القدر امام ہیں اور حضرت امام محمد رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ ایک دن ان کی بارگاہ میں عالم اسلام کا مشہور بادشاہ ہارون رشید حاضر ہوا اور درخواست پیش کی کہ آپ میرے بچے مامون رشید کو اپنی شاگردی میں قبول فرمائیجئے امام کسائی نے ارشاد فرمایا کہ میں شہزادے کو آپ کے گھر پر پڑھانے نہیں جاؤں گا کہ یہ علم کی

توہین ہے آپ اسے میرے گھر پر . پھیر دیا کیجئے میں پڑھایا دیا کروں گا۔ ہارون رشید نے کہا کہ آپ کی یہ شرط مجھے منظور ہے، لیکن اتنی رعایت فرمائیے کہ اس کا سبق پہلے ہو فرمایا یہ ترجیح بھی علم کی شان کے خلاف ہے بلکہ جو پہلے آئے گا اس کا سبق پہلے ہوگا۔ امام کسائی کی اس شرط پر مامون کی پڑھائی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

انفاقاً" ایک بار ہارون رشید کا گزر ہوا۔ اس نے دیکھا کہ امام کسائی وضو فرما رہے ہیں اور مامون ان کے پاؤں پر پانی ڈال رہا ہے۔ بادشاہ غضب ناک ہو کر گھوڑے سے اترا اور مامون رشید کے کوڑے مارتے ہوئے کہا او بے ادب! خدا نے تجھے دو ہاتھ کس لئے دئے ہیں ایک ہاتھ سے پانی ڈال اور دوسرے ہاتھ سے اپنے استاد کے پاؤں دھو۔

اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ ہارون رشید جیسے قاہر جبار بادشاہ کے دل میں علم کی کیا قدر و منزلت تھی؟

اسی ہارون رشید نے ایک دن اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم دین اور خدا رسیدہ بزرگ حضرت ابو معاویہ خزیر کی دعوت کی۔ وہ آنکھوں سے معذور تھے۔ جب آفتاب اور سلچھی ہاتھ دھونے کے لئے لائی گئی تو سلچھی اور آفتاب اپنے خدمتگار اور آفتاب لے کر خود ان کا ہاتھ دھلانے لگا۔ ہاتھ دھلاتے ہوئے اس نے دریافت کیا کہ آپ کو پتہ ہے کہ آپ کا ہاتھ کون دھلا رہا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو معاویہ نے ارشاد فرمایا جیسی آپ نے علم کی عزت کی ایسی اللہ آپ کی عزت بڑھائے۔ ہارون رشید نے کہا بس اسی دعاء کے لئے میں نے یہ خدمت انجام دی تھی۔

ہارون رشید کا دستور تھا کہ جب اس کے دربار میں کوئی عالم دین تشریف

لاتے تو وہ ان کی تعظیم کے لئے سرود کھڑا ہو جاتا۔ ایک دن درباریوں نے کہا یا امیرالمومنین آپ کے اس طرز عمل سے سلطنت کا رعب زائل ہوتا ہے۔ ہارون رشید نے جواب دیا ”علمائے اسلام کی تعظیم سے اگر رعب سلطنت جاتا ہے تو وہ جانے ہی کے قابل ہے“ میں رعب سلطنت کے لئے علم دین کی عزت و شوکت کو مجروح نہیں ہونے دوں گا۔

ہارون رشید کی یہی وہ ادا تھی جس نے ساری دنیا میں اس کی صولت و جلالت کا ڈنکا بجا دیا تھا۔ دنیا کے بڑے بڑے سلاطین اس کے دبدبے سے لرزہ براندام رہتے تھے۔

دنیا اور برزخ کا باہمی تعاون

ایک بزرگ کا انتقال ہوا۔ ان کے صاحبزادے روزانہ قبر پر حاضر ہوتے اور قرآن عظیم کی تلاوت کیا کرتے۔ کچھ مدت گزر جانے کے بعد وہ جوش و محبت جاتا رہا۔ اور ایک دن ناٹھ ہو گیا۔ شب کو وہ بزرگ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا ایسا نہ کرو۔ روزانہ میری قبر پر آیا کرو۔ اور تھوڑی دیر تک میرے مواجہ میں کھڑے رہا کرو۔ یہاں تک کہ میں تمہیں جی بھر کر دیکھ لوں۔ پھر میرے لئے دعائے رحمت کرو اور چلے جاؤ۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی خون کے رشتے کا احساس باقی رہتا ہے۔ اور مردے کو یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کون آیا کون نہیں آیا۔ نیز یہ بھی واضح ہوا کہ مواجہ میں کھڑے ہونے والے پر قبر کی مٹی حائل نہیں ہوتی۔

ایک بی بی نے مرنے کے بعد خواب میں اپنے لڑکے سے فرمایا کہ بیٹا! تو نے مجھے ایسا خراب کفن دیا کہ مجھے اپنے ساتھیوں میں جاتے شرم آتی ہے۔ پرسوں فلاں شخص آنے والا ہے اس کے کفن میں میرے لئے اچھے کپڑے کا کفن رکھ دینا۔

صبح صاحب زادے نے اٹھ کر اس شخص کو دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ بالکل تندرست ہے، کسی طرح کی بیماری لاحق نہیں ہے۔ تیسرے روز اچانک خبر ملی کہ اس کا انتقال ہو گیا لڑکے نے نہایت عمدہ کفن سلوا کر اس کے کفن میں رکھ دیا۔ اور کہا یہ میری ماں کو پہنچا دینا۔

رات کو وہ صالح خواب میں تشریف لائیں اور بیٹے سے کہا! خدا تمہیں

جزائے خیر دے، تم نے بہت اچھا کفن بھیجا۔ اس واقعہ سے دنیا اور برزخ کے باہمی تعلق پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ اور یہ حقیقت بھی آشکارا ہو جاتی ہے کہ تحقیر سے مردہ اپنے ساتھیوں میں خفت محسوس کرتا ہے اور توقیر سے خوشی ہوتی ہے۔

امیان ابن صیفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی رسول ہیں جب ان کا انتقال ہوا اور انہیں کفن پہنایا گیا تو غلطی سے ان کے کفن میں ایک تمہ بند زائد چلا گیا۔ شب کو اپنے صاحب زادے کے خواب میں تشریف لائے۔ اور فرمایا یہ تمہ بند لو اور الگنی پر ڈال دیا۔ صبح ان کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ تمہ بند الگنی پر رکھا ہوا ہے۔

اس واقعہ سے بھی عالم دنیا اور عالم برزخ کے باہمی تعلق پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ ان سارے واقعات کے پس منظر میں یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ عالم آخرت کا عقیدہ جو دینی زندگی کی بنیاد ہے، وہ واہمہ کا تصرف نہیں بلکہ مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں۔

حق العبد

قیامت کے دن اللہ چاہے گا تو اپنا حق معاف کرے گا لیکن بندے کا حق نہیں معاف کرے گا کیونکہ اس کا وعدہ ہے کہ وہ بندے کا حق نہیں معاف کرے گا تو قنیکہ بندہ خود ہی اپنا حق نہ معاف کرے اس لئے شریعت میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ بندے کا کوئی حق اپنے اوپر باقی نہیں رکھنا چاہئے۔ کیونکہ قیامت کے

دن حق العبد کی معافی کی صورت صرف یہی ہوگی کہ حقدار کو اپنی نیکیاں دی کر راضی کیا جائے گا۔ اور اس پر بھی اگر وہ راضی نہ ہو تو اس کے گناہوں کا بوجھ اپنے اوپر لا دنا ہوگا۔ اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد بھی ضروری نہیں ہے کہ چھٹکارا مل ہی جائے کیونکہ نجات کے لئے اس کی رضامندی بہر حال ضروری ہوگی۔

اسی سلسلے میں اعلیٰ حضرت نے یہ حدیث بیان فرمائی

”قیامت کے دن ایک شخص کو جنت میں جانے کا حکم ہوگا وہ جانا چاہے گا

کہ اتنے میں اس کا حق دار کھڑا ہو جائے گا۔ اور عرض کریگا ”اے میرے رب!

میرے اس بھائی سے میرا حق دلا دے۔ حکم ہوگا کہ اپنی نیکیاں اسے دے کر اس کا

حق ادا کر۔ اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی لیکن اس کا حق باقی رہے گا۔ حق

کے بدلے میں نیکیوں کا تناسب بیان کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا تین پیسے کے معاوضہ میں سات سو باجماعت نمازیں دلائی جائیں گی۔

اس کی نیکیاں ختم ہو جانے کے بعد حقدار پھر کھڑا ہوگا اور استغاثہ پیش کرے

گا کہ اس سے میرا حق دلایا جائے۔ حکم ہوا کہ حقدار کے گناہوں کا بوجھ اپنے اوپر

لا کر اس کا حق ادا کر۔ حقدار کے تمام گناہ ختم ہو جائیں گے پھر بھی اس کا حق باقی

رہے گا۔

پھر وہ کھڑا ہوگا اور عرض کرے گا اے میرے رب! میرا حق اس سے دلو۔

ارشاد ہوگا اس کی تمام نیکیاں تجھے مل گئیں تیرے تمام گناہ اس پر ڈال دئے گئے۔

اب اس کے پاس کیا ہے جو تولے گا، عرض کرے گا اے میرے رب! میرا حق

ابھی باقی ہے وہ اس سے دلو۔

تب فرشتوں کو حکم ہوگا کہ جنت سے ایک مکان خوب آراستہ کر کے عرصہ

محشر میں لایا جائے۔ سب لوگ نہایت اشتیاق سے اسے دیکھنے لگیں گے۔

رب العزت جل جلالہ ارشاد فرمائے گا میں اس مکان کو بیچتا ہوں۔ کوئی ہے جو اسے خریدے۔ حقدار عرض کرے گا، بھلا اس کی قیمت کس کے پاس ہوگی جو خرید سکے گا۔

حق تعالیٰ فرمائے گا اس کی قیمت تیرے پاس موجود ہے عرض کرے گا نہ میرے رب وہ کیا چیز ہے؟

ارشاد ہوگا اپنے بھائی کا حق معاف کر دے اور اسی کا ہاتھ کپڑا کر بیٹھ کر پھانا پھاؤں خوشی سے جھومتے ہوئے اپنے بھائی کے ہمراہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

مسجد کے آداب

1- جب مسجد میں قدم رکھو تو پہلے سیدھا، پھر الٹا، اور جب باہر نکلو تو پہلے الٹا پاؤں نکالو پھر سیدھا پاؤں۔

2- مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کر لو کہ اعتکاف کی نیت سے عبادت کا ثواب ملے گا۔ اور اس کے سبب مسجد میں کھانا پینا جائز ہو جائے گا۔ ورنہ بے غیر اعتکاف کی حالت کے مسجد میں کھانا پینا منع ہے۔ اس اعتکاف کے لئے نہ روزہ شرط ہے اور نہ کسی معین وقت تک بیٹھنا لازم۔ مسجد سے باہر نکلتے ہی اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ پھر دوبارہ اعتکاف کے لئے از سر نو نیت کرنی ہوگی اعتکاف کی نیت یہ ہے۔

بسم اللہ دخلت و علیہ توکلت و نويت سنتہ الاعتکاف۔
3- وضو کرنے کے بعد اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ مسجد کے فرش پر اعضائے وضو

سے پانی کا کوئی قطرہ نہ ٹپکے۔

- 4- مسجد میں دوڑنا یا زور سے قدم رکھنا جس سے دھمک پیدا ہو منع ہے۔
- 5- مسجد میں اگر چھینک آئے تو کوشش کرو کہ آہستہ آواز نکلے۔ اسی طرح کھانسی ڈکار اور جمہلی میں آواز نکالنا تو کہیں نہیں چاہئے مسجد ہو یا غیر مسجد کہ یہ شیطان کا تمقہ ہے۔ جب جمہلی آئے تو حتی الامکان منہ بند رکھو کہ منہ کھولنے سے شیطان منہ میں تھوک دیتا ہے۔ جمہلی یوں نہ رکے تو اوپر کے دانتوں سے نیچے کا ہونٹ دباؤ۔ اور یوں بھی نہ رکے تو حتی الامکان کم کھولو اور الٹا ہاتھ الٹی طرف سے منہ پر رکھ لو۔ یوں ہی نماز میں بھی۔ لیکن نماز کے اندر بحالت قیام سیدھا ہاتھ الٹی طرف سے رکھو۔

جمائی روکنے کا ایک مجرب طریقہ یہ بھی ہے کہ جب جمائی آنے کو ہو تو فوراً تصور کرو کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جمائی نہیں آتی کیونکہ یہ جمائی بھی شیطان کی طرف سے ہے۔

چھینک:- چھینک اچھی چیز ہے۔ اسے بدشگونی جانتا مشرکین ہند کا تپاک عقیدہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ دعا کے وقت چھینک آنا مقبولیت کی نشانی ہے لہذا چھینک پر حمد الہی بجالانا مسنون ہے۔

بہت سے لوگ چھینکنے کے بعد صرف الحمد للہ کہتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ پورا کلمہ الحمد للہ رب العلمین کہنا چاہئے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص چھینکنے کے بعد صرف الحمد للہ ﷻ ہے فرشتہ رب العلمین کہہ کر اس کلمے کو پورا کر دیتا ہے۔ اور جو شخص الحمد للہ رب العلمین ﷻ ہے تو فرشتہ جواب میں یرحکمک اللہ ﷻ ہے۔ یعنی اللہ تجھ پر رحم کرے تو کتنی بڑی نعمت ہے کہ معصوم فرشتہ کی زبان سے چھینکنے والے کے لئے دعائے رحمت نکلتی ہے۔ یہ معاملہ

پانی بہ جائے۔ بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ہاتھ میں پانی لے کر منہ پر چڑھتے ہیں ایسا کرنے سے وضو نہ ہوگا۔

پھر دونوں ہاتھ کہنیوں تک اس طرح دھوؤ کہ پانی کی دھار کہنی تک ہر بار پڑتی چلی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ پہونچے سے تین بار پانی چھوڑ دیا۔ اور وہ کہنی تک بہتا چلا گیا ایسا کرنے سے کہنی اور کلائی کی کروٹوں پر پانی نہ بننے کا احتمال ہے۔ غرض اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ ایک رو نگٹا بھی خشک نہ رہے۔ کیونکہ اگر پانی کسی بل کی جڑ کو ترکرتا ہوا بہ گیا اور بالائی حصہ خشک رہ گیا تو وضو نہ ہوگا۔ پھر سر کے بل کا مسح کرو یعنی تازہ پانی سے دونوں ہاتھ ترکر کے سر پر پھیرو۔ چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے۔ اور پورے سر کا سنت۔ مسح کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کا انگوٹھا اور کلمہ کی انگلی چھوڑ کر دونوں ہاتھ کی تین تین انگلیوں اور انہی کے مقابل ہتھیلی کے حصوں کو پیشانی کی جانب سے گدھی تک کھینچتا ہوا لے جائے پھر ہتھیلیوں کا باقی حصہ گدی سے پیشانی تک مس کرتا ہوا لاؤ۔ پھر کلمہ کی انگلیوں کے پیٹ سے کانوں کے پیٹ کا مسح کرو اور انگوٹھوں کے پیٹ سے کانوں کی پشت کا اور ہاتھ کے پشت سے گردن کے پچھلے حصے کا مسح کرو گلے پر ہاتھ نہ پھیرو کہ ایسا کرنا بدعت ہے۔

پھر دونوں پاؤں ٹخنوں کے اوپر تک اس طرح دھوؤ کہ انگلیوں کی جڑوں تلوؤں کی لکیروں اور ناخنوں کے ایک ایک ذرے میں پانی بہ جائے۔ ضابطہ کے طور پر غسل اور وضو میں اس بات کا خیال رکھو کہ ہر عضو کے دھونے کا کام داہنے سے شروع ہوگا

ہر عضو کے دھوتے وقت کی یہ دعائیں یاد کرلو۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص وضو کرتے وقت ان دعاؤں کی پابندی کرے گا قیامت کے دن اس کے لئے

جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے۔

وضو کی دعائیں

کلی کرتے وقت یہ دعا پڑھو اللھم اعنی علی تلاوة القرآن و ذکرک و شکرک و حسن عبادتک الہی میری مدد فرما، تلاوت قرآن، ذکر و شکر اور اپنی اچھی عادت پر۔

ناک میں پانی ڈالتے وقت یہ دعا پڑھو۔ اللھم ارحسنى رائحة الجنة ولا ترحسنى رائحة النار الہی مجھے جنت کی خوشبو سٹگھا اور جہنم کی بدبو سے محفوظ رکھ۔

منہ دھوتے وقت یہ دعا پڑھو۔ اللھم بیض و جھلی یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ۔ الہی اس دن میرا منہ روشن کرنا جس دن کچھ منہ روشن ہوں گے اور کچھ سیاہ۔

داینا ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھو۔ اللھم اعطنی کتابی بیمیئنی و حاسبنی حساباً یسیراً۔ الہی قیامت کے دن میرا نامہ اعمال میرے داینے ہاتھ میں دینا اور مجھ سے آسان حساب لینا۔

بایاں ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھو۔ اللھم لا تعطنی کتابی بشمالی ولا من وراء ظہری۔ الہی قیامت کے دن میرا نامہ اعمال نہ میرے اگے ہاتھ میں دینا اور نہ میری پیٹھ کے پیچھے سے۔

سر کا مسح کرتے وقت یہ دعا پڑھو۔ اللھم اظللنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظل عرشک۔ الہی مجھے اس دن اپنے عرش کے

نیچے سایہ دینا جس دن تیرے عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔
 کانوں کا مسح کرتے وقت یہ دعا پڑھو اللہم اجعلنی من الذین
 یستمعون القول فیتبعون احسنہ۔ الہی مجھے ان لوگوں میں شامل کر
 جو کلمہ لگا کر بات سنتے ہیں اور جو اچھی بات ہوتی ہے۔ اس کی پیروی کرتے ہیں۔
 گردن کا مسح کرتے وقت یہ دعا پڑھو۔ اللہم اعتق رقبتی من النار۔
 الہی میری گردن دوزخ کی آگ سے آزاد فرما۔

دایہاں پاؤں دھوتے وقت یہ دعا پڑھو اللہم تبت قدمی علی
 الصراط یوم تنزل الاقدام الہی مجھے پل صراط پر ثبات قدمی عطا فرماتا جس دن
 لوگوں کے قدم پھسلنے لگیں۔

بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ دعا پڑھو۔ اللہم اجعل ذنبی مغفورا
 وسعیی مشکورا۔ و تجارتی لن تبور۔ الہی میرا گناہ معاف کر اور
 میری کوشش ٹھکانے لگا اور میری تجارت کو سود مند بنا۔ ہر عضو کے دھونے کے
 بعد درود شریف کا ورد وضو کو اکسیر بنا دیگا۔ وضو ختم ہونے کے بعد آسمان کی طرف
 منہ اٹھا کر یہ دعا پڑھو۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبده
 ورسوله اللہم اجعلنی من التوابین و اجعلنی من
 المتطہرین۔ الہی مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں میں شامل کر۔

احمد رضا فاضل بریلوی کے مخالفین آپ کو موجود بدعات کہتے ہیں یہ سراسر جھوٹ اور بے بنیاد ہے۔ آپ کی تصانیف اور سوانحیات کی کتابوں سے چند اہم موضوعات پر اقوال و ارشادات نقل کئے جا رہے ہیں۔ جن سے یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے گی۔ کہ آپ نے معاشرے میں پھیلے ہوئے منکرات و بدعات کے خلاف قلم کی تلوار اٹھائی اور خرافات کی بیخ کنی فرمائی۔

آج کے اعراس آپ سے کسی نے عرض کیا کہ حضور اعراس میں جو افعال ناجائز ہوتے ہیں ان سے ان حضرات اولیاء اللہ کو تکلیف ہوتی ہے؟ جواباً فرمایا بلاشبہ (ان حضرات کو تکلیف ہوتی ہے) اور یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے بھی توجہ کم فرمادی، ورنہ جس قدر فیوض ہوتے تھے وہ اب کہاں۔ (الملفوظ ص 61 مطبوعہ بریلی)

عورتیں مزارات پر مزارات پر عرس کے زمانہ میں عورتیں بہت جاتی ہیں جس سے بہت سی برائیاں پھیلتی ہیں اور تماشا بینوں کی بہار آجاتی ہے، ان کے بارے میں فرمایا۔

عورتوں کو مزارات اویا اور مقابر حوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ (عورتیں نواخواندہ مہمان ہیں)۔ (احکام شریعت ص 94 مطبوعہ کانپور)

سجدہ مزار سجدہ حضرت عزت عز جلالہ کے سوا کسی کے لئے نہیں اس کے غیر کے لئے سجدہ عبادت تو یقیناً "اجماعاً" شرک میں اور کفر میں۔ اور سجدہ تحت (عظیمی) حرام و گناہ کبیرہ بالیقین پیر و مزار کے لئے ہرگز ہرگز نہ جائز و مباح بلکہ حرام اور کبیرہ۔ (الزبدۃ الزکیہ ص 5 مہبوطہ ٹھ)

طواف مزار مزار کا طواف بہ نیت تعظیم کیا جائے۔ ناجائز ہے تعظیم یا طواف مخصوص بخانہ کعبہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد چہارم مطبوعہ مبارکپور)

بوسہ مزار بوسہ قبر میں علماء کا اختلاف ہے اور احوط (بہت احتیاط کرتے ہوئے) منع ہے خصوصاً "مزارات طیبہ اولیاء کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو" یہی اوب ہے۔ (احکام شریعت ص 155 مطبوعہ کانپور)

(اگر آستانہ) پست خصوصاً "نہن دوز ہو تو اگر ولی زندہ یا مزار سامنے ہے اس کے مجرے (سلام) کی نیت سے جھک کر بوسہ دینا تو ناجائز ہے۔

(ابر المقال ص 72 مطبوعہ مبارکپور)

مزارات پر اگر بتی عود و لوہان وغیرہ (مثلاً "اگر بتی) کوئی چیز نفس قبر پر (خاص قبر پر) رکھ کر جلانے سے احتراز (بچنا) کرنا چاہئے۔ اور قریب قبر سلگانا اگر نہ کوئی تالی (تلاوت قرآن کرنے والا) ذاکر یا زائر حاضر ہو بلکہ یوں کہ صرف قبر کے لئے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف (فضول خرچ) و اضعاف مال (مال کو ضائع کرنا) ہے۔

(فتاویٰ افریقہ نمبر 69 ص 70)

مزارات پر چراغ خاص قبر پر چراغ رکھنا تو مطلقاً ممنوع ہے اور اولیاء کرام کے مزارات میں اور زیادہ ناجائز ہے کہ اس میں بے ادبی و گستاخی اور اگر قبر سے جدا روشن کریں اور وہاں نہ کوئی مسجد ہے نہ کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کے لئے بیٹھا ہے نہ وہ سر راہ واقع ہے نہ کسی معظّم ولی اللہ یا عالم دین کا مزار ہے غرض کسی منفعت و مصلحت کی امید نہیں تو ایسا چراغ جلانا ممنوع ہے کہ جب مطلقاً فائدے سے خالی ہو اسراف (فضول خرچی) ہوا۔ (عرفان شریعت)

فاتحہ کی چیز سامنے رکھنا کسی نے فاتحہ کی چیز کو سامنے رکھ کر ہی فاتحہ

کرنے کو ضروریات دین میں سے سمجھا کہ اس کے بغیر فاتحہ درست نہیں۔ یہ شریعت مطہرہ پر افترا ہے۔ ایسے شخص کے لئے توبہ لازم ہے۔ اس لئے کہ سامنے ہو یا سامنے موجود نہ ہو، ہر حال میں فاتحہ درست اور جائز ہے۔

(المیران، بمبئی امام احمد رضا نمبر ص 230)

مردہ کا کھانا موت کے بعد ضیافت مردہ کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہے۔ عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں۔ یہ معصع ہے، غنی نہ کھائے، (احکام شریعت ص 5 مطبوعہ کانپور)

انصاری برادری آپ کی نظر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے انصاری برادری کے مومن کہنے کے بارے میں سوال کیا گیا اور یہ کہ جو لوگ ان کو طعنہ کے طور پر مومن کہیں ان کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے اس کا جو جواب دیا ہے وہ ملاحظہ کے قابل ہے۔ پورا سوال مع جواب کے ہدیہ ناظرین ہے۔

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مومن کہنا تخصیص رکھتا ہے قوم نور بنف سے عام امت محمدی ﷺ سے۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص براہ طعنہ قوم مذکور کے نسبت مومن کہے تو اہل کی نسبت کیا حکم ہے۔

الجواب!

الحمد للہ ہر مسلمان مومن ہے اور بعض بلا دہند کے عرف میں اس قوم کو مومن کہنا شاید اس بنا پر ہو کہ یہ لوگ اکثر سلیم القلب، (سلامت دل) حلیم الطبع (برداشت مزاج) ہوتے ہیں۔ جن سے اور مسلمانوں کو آزار دکھ) کم پہنچتا ہے۔

اور حدیث میں فرمایا کہ مومن وہ ہے جس کے ہمسائے اس کی ایذاؤں سے امان میں ہوں۔ المومن من امن جارہ لوائقہ (مومن وہ ہے جس کے پڑوسی اس کے ایذاؤں سے محفوظ ہوں)

پھر یہ لفظ بطور طعن انھیں کہنا دوسری شاعت (برائی) ہے ایک تو مسلمان کو اس کی نسبت یا پیشہ کے سبب حقیر جاننا۔ دوسرے ایسے عظیم جلیل لفظ کو محل طعن میں استعمال کرنا۔ ایسے شخص کو چاہئے کہ اللہ سے ڈرے اور اپنی زبان کی ننگداشت کرے اللھم اھدنی والمسلمین انک انت ارحم الراحمین (آمین)

(فتاویٰ رضویہ جلد 5 ص 792 سنن دارالاشاعت مبارکپور)

آخری بدھ کی حقیقت آخری چار شنبہ (آخری بدھ) کی کوئی اصل نہیں، نہ اس دن صحت یابی حضور سید عالم ﷺ کا کوئی ثبوت، بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اس کی ابتدا اسی دن سے بتائی جاتی ہے۔ اور ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے۔ اخوار بعاء من الشهر یوم خمس سمو اور مروی ہو ابتدائے اتلائے سیدنا ایوب علی نینا وعلیہ الصلوٰۃ و التلی اسی دن تھی۔

اسے خمس سمجھ کر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ و اضاعت مال ہے۔ بہر حال یہ سب باتیں بے اصل و بے معنی ہیں۔ (احکام شریعت ص 42 ج 2)

سود خوار کا حشر

قیامت کے دن سود خواروں کے پیٹ اتنے بڑے ہوں گے جیسے بڑے بڑے مکان۔ وہ شیشے کی طرح چمکیں گے۔ اوز لوگوں کو پیٹ کے اندر سانپ اور بچھو نظر آئیں گے۔ خدا ہمیں اس عذاب سے محفوظ رکھے۔ صحیح حدیث میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربوا و موکلہ و کاتبہ و شاہدہ۔ رسول پاک ﷺ نے لعنت فرمائی سود کھانے والے پر، سود لینے والے پر اس کا کٹنڈ لکھنے والے پر اور اس کی گواہی دینے والے پر اور فرمایا یہ سب لوگ گناہ میں برابر ہیں سب ایک رسی میں بندھے ہوئے ہیں۔

دوسری صحیح حدیث میں سرور کونین رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا الربوا ثلاثۃ و سبعون حوباً ایسرھن ان یقع الرجل علیہ امم۔ سود 73 گناہ کے برابر ہے۔ جن میں سب سے ہلکا گناہ یہ کہ آدمی اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کرے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ سود لینے سے پیسہ بڑھتا ہے یہ نفس اور شیطان کا بہت بڑا فریب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یمحق اللہ الربو و یربی الصدقات اللہ سود کو مٹاتا ہے اور زکوٰۃ کو بڑھاتا ہے جسے اللہ مٹائے وہ کیونکر بڑھ سکتا ہے۔ دنیا میں سود خواروں کا انجام دیکھ لیجئے کہ وہ زندگی کی برکتوں سے کس طرح محروم کردئے گئے ہیں۔

واضح رہے کہ یہ ساری سزائیں اور ٹھنڈکریں مسلمانوں کیلئے ہیں کہ وہ اپنے ہیں انھیں جگانا اور آخرت کے عذاب سے بچانا مقصود ہے۔ کفار و مشرکین کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس لئے انھیں ڈھیل دے دی گئی وہ اپنے کفر کی مستی میں جتنی دور جاسکتے ہیں جائیں۔

اس لئے کفار و مشرکین کی ظاہری خوش حالی دیکھ کر مسلمانوں کو کبیدہ خاطر نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ اپنی آخرت کو سنوارنے کی کوشش میں دن رات مصروف رہنا چاہئے۔

وما علیہا الا البلاغ المبین

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز

کا نظریہ تعلیم

درحقیقت اس عنوان پر کسی سچتہ کار عالم اور تجربہ کار ماہر تعلیم کو کام کرنا چاہیے تھا۔ مگر اس حقیر کی معلومات کے مطابق تا حال ایسا نہ ہو سکا۔ چنانچہ اللہ جل و علا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرم پر مہر و سہ کرتے ہوئے کام شروع کر دیا۔ ایک ماہ کے عرصہ میں یہ مقالہ موجودہ حالت میں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے قابل ہو سکا ہوں۔

کسی شخصیت کے نظریہ تعلیم کو معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس شخصیت کے ماحول کو دیکھا جائے۔ اس کے ملکی و ملی اور سیاسی حالات کا جائزہ لیا جائے۔ اس کے معاصرین کی روش معلوم ہو اور خود اس شخصیت کا علمی و تحقیقی مزاج معلوم ہو۔ یہ سب عوامل اس کے نظریہ تعلیم کو واضح کرتے ہیں۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ کسی صاحب علم سے مخفی نہیں مسلمانوں کے ایک ہزار سالہ دور حکومت کا زوال۔ غیر ملکی کفار کا تسلط اور بلیغار، مسلمان نمالیذروں کا ابن الوقتی کردار، درہم و دنیا کے بندوں کا ملت اسلامیہ کے شیرازہ کو منتشر کرنے کے لئے دین حقہ میں رخنہ اندازیاں، عظمت مصطفیٰ کے مقدس و اعلیٰ مقام پر ناپاک حملوں کی تعلیم و تربیت، اولیاء امت سے مسلمانوں کو برگشتہ کرنے کی تعلیمیں اور

سازشیں اور خود مہولے مہولے مسلمانوں کی بے علمی و بے حسی — وغیرہ وہ تقاضے تھے جن کو پورا کرنے کے لئے امام احمد رضا قدس سرہ نے تعلیم کی بیج مقرر فرمائی۔ انہوں نے حالات کا جائزہ لیا تو ہر طرف بے چینی اور بے حسی نظر آئی۔ مسلمان خدا اور رسول سے دور اپنے مذہب سے دور اور دنیوی ترقی میں غیروں سے بہت پیچھے رہ گئے تھے جسم تو غلام بن ہی چکے تھے۔ قلب کو بھی غلام بنانے کے پروگرام طے پا رہے تھے۔۔۔۔۔ ایسے حالات میں فطرت کا انتخاب نہایت موزوں ہوتا ہے۔

تاریخ نے بار بار دیکھا کہ ایک ہی ہستی نے اللہ و رسول پر بھروسہ کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور بالآخر کشتیِ ملت کی سمت کو راست کر دیا۔ اس کی مساعی جہیلہ سے ذہنوں میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہو گیا۔ گویا ایک جہاں آباد ہو گیا۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے بتایا کہ تعلیم قلب کے یقین اور طمانیت کا معاملہ ہے اور قلب کی طمانیت کے بغیر تعلیم ایک بے ثمر شجر ہے۔ آپ نے تعلیم کا جو نظریہ قوم کو دیا اس میں قوم کی تمام ضرورتوں کا حل ہے۔ دینی اور دنیوی مقاصد اور تقاضے پورے ہوتے ہیں ساتھ ہی ساتھ اس میں قلب و قالب کی طہارت، طمانیت اور ملی بقاء و احیاء کا سامان موجود ہے۔ موجودہ بے راہ و تعلیم کے مضر اثرات سے بچنے کی ترکیب ہیں۔ آپ کے مقرر کردہ تعلیمی نظریہ کو سامنے رکھ کر اگر طالب علم کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جائے تو تعلیم یافتہ نوجوان صحیح معنوں میں مسلمان ہوگا۔۔۔۔۔ اور رفتارِ زمانہ میں کسی سے پیچھے نہیں رہے گا۔ امام احمد رضا کے تعلیمی نظریات اتنے مفید، کامل و مکمل اور جامع ہیں کہ زمانے کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور پھر کمال تو یہ ہے کہ رفتارِ وقت نے ان کی افادیت اور جامعیت پر نہ تصدیق ثابت کر دی ہے۔

اس موقع پر میں اربابِ بخت و کشاد کو دعوت دیتا ہوں اور اساتذہ کرام کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ ملت اسلامیہ کے نونہالوں کی صحیح تعلیم و تربیت کے لئے امام احمد رضا قدس سرہ کے تعلیمی نظریات کے مطابق درس گاہوں میں تعلیم کا انتظام کریں انشاء اللہ العزیز دیکھیں گے کہ چند ہی سالوں میں ایک عظیم اسلامی انقلاب برپا ہوگا۔

محمد جلال الدین قادری عفی عنہ، ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ، ۹ جولائی ۱۹۸۳ء

فضائلِ علم

آیاتِ بنیات سے

فضائلِ علم سے متعلق چند قرآنی آیات، جن کو امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی

تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ط ۵۷:۱۱

ترجمہ :- اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے

بلند فرمائے گا۔

ایمان کی طرح علم بلندی درجات کا موجب ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّكُمْ

يَتَذَكَّرُونَ لَوْ كُنْتُمْ آذُنًا ط ۱۲۹:۹

ترجمہ :- تم فرماؤ کیا برابر ہیں جانتے والے اور انجان، نصیحت تو وہی جانتے

ہیں۔ جو عقل والے ہیں۔

۳۵ : ۲۹

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

ترجمہ :- اللہ سے اس سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ - ۳۹:۲۳

ترجمہ :- اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ

۸۳ : ۲

يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ -

ترجمہ :- اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوشیں کرتے ہیں۔
معاملات میں حکیم الہی علماء کے اجتہاد پر راجع، حکیم الہی معلوم کرنے کے لئے انبیاء اور علماء کی طرف رجوع اور علماء کا ذکر انبیاء کے ساتھ شانِ علم کا اظہار ہے۔

بَلْ هُوَ آيَةٌ بَيِّنَةٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوْتُوا الْعِلْمَ ط ۲۹ : ۲۹

ترجمہ :- بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا۔
فَلَوْلَا نَفْرَمِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ
وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۵ ۱۲۲ : ۹

ترجمہ :- تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھتا سائل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں، اس امید پر کہ وہ بچیں۔

فَسَلُّوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۵ ۲۳ : ۱۴

ترجمہ :- تو اسے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

اہل عالم کو اپنے مسائل میں علماء کی طرف رجوع کا ارشاد فرما کر علم کی عظمت کا اظہار فرمایا۔

فضائلِ علم = احادیث سے

فضائلِ علم کے بارے میں ان احادیث کا ترجمہ، جنہیں امام احمد رضا خاں قدس سرہ نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا۔

اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے۔ اسے دین میں سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔ اور اسے اپنی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ (بخاری، مسلم، احمد، ابن ماجہ، ابوالفیم، جامع صغیر) علماء، انبیاء کے وارث ہیں۔ آسمان والے ان سے محبت کرتے ہیں۔ سمندر کی مچھلیاں ان کے لئے ان کے مرنے کے بعد قیامت تک مغفرت طلب کرتی ہیں۔

(ابوداؤد، ترمذی، ابن النجار، جامع صغیر)

انسانوں میں سے بہتر اور ایمان دار وہ عالم ہے کہ اگر لوگ اس کے پاس اپنی حاجت لے جائیں تو وہ ان کو فائدہ دے۔ اور اگر وہ اس سے بے پروا ہو جائیں تو وہ اپنے نفس کو بے پروا کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں دو قسمیں ایسی ہیں، کہ جب وہ درست ہوں تو سب لوگ درست ہوں اور اگر وہ بگڑ جائیں تو سب لوگ بگڑ جائیں۔ ایک امراء (حکام) دوسرے فقہاء (علماء) (ابن عبدالبر، ابونعیم) جو شخص میری امت کو میری سنت کی چالیس حدیثیں یاد کر کے پہنچا دے تو میں اس کا قیامت کے روز شفیع اور گواہ ہوں گا۔ (ابن عبدالبر عن ابن عمر)

عالم زمین میں اللہ کا امانت دار ہے۔ (ابن عبدالبر عن معاذ)

اس حال میں صبح کر کہ تو عالم ہو یا متعلم یا عالم کی باتیں سننے والا یا عالم کا محب اور
پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا۔ (بنزاز، طبرانی عن ابی بکرۃ)

علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء نے درہم و دینار ترکہ میں نہیں چھوڑے۔ علم اپنا
ورثہ چھوڑا ہے۔ جس نے علم پایا اس نے بڑا حصہ پایا۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)
علم سیکھو اور علم کے لئے سکون اور مہابت حاصل کرو۔ استاد کے سامنے کہ اس لئے تمہیں
تعلیم دی، تواضع و فروتنی اختیار کرو۔ (طبرانی فی الاوسط۔ ابن عدی عن ابی ہریرہ)
تین آدمیوں کے حقوق کو منافق کے سوا کوئی اور کم نہیں جانتا۔ ایک وہ کہ حالت اسلام
میں جس کے بال سفید ہو گئے ہوں، دوسرا عالم، تیسرا عادل بادشاہ،
(طبرانی عن ابی امامہ)

جس نے اپنے علم کو بڑھا لیا۔ مگر دنیا سے بے رغبت نہ ہو۔ وہ اللہ سے دور ہو۔
(دیلی عن علی)

جو اپنے آپ کو عالم کہے وہ جاہل ہے۔ (طبرانی فی الاوسط عن ابن عمر)
تم میں سے بہتر وہ ہے۔ جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ (بخاری، ترمذی، ابن ماجہ)
جسے کچھ قرآن یاد نہیں وہ پرانے گھر کی مانند ہے۔ (ترمذی)
جو ہمارے عالم کا حق نہ پہنچائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(احمد، حاکم، طبرانی فی الکبیر عن عبادہ بن صامت)
عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے۔ جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ پر۔
(ترمذی عن ابی امامہ)

عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے۔ جیسی چودھویں رات میں چاند کو باقی ستاروں پر۔
(ابونعیم فی الحلیہ)

قیامت کے روز تین آدمی سفارش کریں گے۔ انبیاء، علماء، شہداء (ابن ماجہ عن عثمان)

فضائلِ علم — کلامِ اکابر سے

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کرام کے کلمات طبعیات جن کا تعلق فضائلِ علم سے ہے اور انہیں امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے۔ اور تو مال کی۔ علم حاکم ہے اور مال محکوم۔ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام کو اختیار دیا گیا کہ علم، مال اور سلطنت میں سے جو چاہیں پسند کریں۔ انہوں نے علم کو اختیار فرمایا تو مال اور سلطنت علم کے ساتھ عطا ہوئے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے: آیت رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً مِّنْ دُنْيَاكِ بَهْلًا لِّئِنِّي مِمَّنْ يَتَّبِعُ عِبَادَتَكَ۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: علم سیکھو کہ علم کا سیکھنا نیکی ہے۔ اس کی طلب عبادت ہے۔ علم کو دہرانا تبیح ہے۔ علم میں کوشش کرنا جہاد ہے۔ جاہل کو تعلیم دینا صدقہ ہے۔ علم کے مستحقین پر خرچ کرنا اللہ کا قرب ہے علم تنہائی میں ایس ہے۔ خلوت میں ساتھی ہے۔

حضرت سالم بن ابی الجعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے میرے آقا نے تین سو درہم سے خریدا اور آزاد کر دیا تو میں نے سوچا کہ کون سا فن سیکھوں، آخر علم کو سیکھا ایک برس بھی نہ گزرا تھا کہ خلیفہ وقت میری زیارت کے ارادہ سے آیا۔ میں نے اسے لوٹا دیا اور اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی۔“

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”جس نے قرآن سیکھا اس کی عظمت بڑھ گئی۔ جس نے فقہ میں توجہ کی وہ جلیل القدر ہوا جس نے لغت میں توجہ کی، اس

کی طبیعت میں رقت آگئی جس نے حساب میں توجہ کی۔ اس کی رائے مضبوط ہو گئی جس نے کتب حدیث میں توجہ کی، اس کے دلائل مضبوط ہو گئے اور جس نے اپنے کو محفوظ نہ رکھا۔ اس کو علم نفع نہ دے گا۔“

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”جو شخص عالم نہ ہو اُسے انسانوں میں شمار نہ کر۔ کیونکہ علم وہ خاصہ ہے، جس سے انسان باقی جانداروں سے میسر ہوتا ہے۔ انسان علم کے شرف سے ہی انسان کہلانے کا مستحق ہے۔ انسان اپنی قوت کے باعث انسان نہیں کیونکہ اونٹ اس سے قوی ہے۔ نہ اپنے عظیم جثہ کی بنیاد پر انسان ہے، کیونکہ ہاتھی اس سے بڑا ہے۔ نہ اپنی شجاعت کی بنیاد پر کیونکہ ورنہ اس سے زیادہ شجاع ہیں۔ نہ زیادہ کھانے کی وجہ سے کہ اونٹ کا پیٹ اس سے بڑا ہے۔ اور نہ اپنی جماعت کی بناء پر کہ ادنیٰ درجے کی چڑیاں اس سے بڑھ کر ہیں۔ ہاں اگر انسان کو باقی جانوروں سے تمیز ہے تو جو صرف علم کی بدولت۔“

تعلیم سے متعلق

اکابر ماسٹرین تعلیم کے



منظرِ پائنت

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

امام غزالی اپنے منفرد خیالات، علم کلام اور فنونِ فلسفہ میں مہارتِ تامہ کی وجہ سے مخصوص درجات کے مالک ہیں۔ عالمِ اسلام کے علاوہ مغربی دنیا کے مفکرین نے بھی آپ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے اور بہت سے معاملات میں آپ سے رہنمائی حاصل کی ہے۔ آپ کی عظمت کے باعث آپ کو حجۃ الاسلام کے لقب یاد کیا جاتا ہے۔ مدرسہ نظامیہ بغداد میں صرف چونتیس برس کی عمر میں مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے۔ مدرسہ مذکورہ کی تاریخ میں یہ ایک ہی ہستی ہے جو اتنی چھوٹی عمر میں اتنے بڑے منصب پر فائز ہوئی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم سیکھنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ مگر کون سے علوم کی تعلیم فرض ہے۔ خود فرماتے ہیں۔

”قرآن میں جس علم کو فقہ، علم، روشنی، نور، ہدایت اور راہِ یابی سے تعبیر فرمایا ہے۔ وہ علم ہے جس سے خدا شناسی اور یادِ آخرت تازہ ہوتی رہے۔ ۱۔
دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:-

”اور جو علم کہ حدیث میں ہر مسلمان پر فرض مذکور ہوا ہے اس سے مراد علمِ معاملہ ہے اور جو معاملات کہ عاقل و بالغ شخص کو ان کا حکم ہوتا ہے۔ وہ تین ہیں۔ ایک اعتقاد، ایک کرنا اور ایک نہ کرنا ۲۔ نیز فرماتے ہیں۔

”غرضیکہ سب افعال جو فرض عین ہیں ان کا جاننا بتدریج اسی طرح ہے اور ترکِ فعل کا معلوم کرنا بھی..... اسی طرح واجب ہوگا۔“ ۳۔ طویل بحث کے بعد مزید لکھتے ہیں۔
”توجہ علم فرض عین ہے۔ اس میں یہی امر حق ہے جو ہم نے لکھا یعنی عمل واجب کی کیفیت

۱۔ مذاق العارفین اردو ترجمہ احیاء علوم الدین، ناشران قرآن کینی لاہور۔ ص ۷۔

۲۔ ایضاً _____ ص ۲۱

۳۔ ایضاً _____ ص ۲۱

کا جاننا فرض عین ہے۔ پس جو شخص واجب کو جان لے گا اور اس کے واجب ہونے کے وقت کو معلوم کر لے گا تو وہ علم کہ اس پر فرض عین تھا اس کو سیکھ لے گا۔“ ۴۵

خلاصہ بحث کے طور پر فرمایا:

”جب یہ بات ظاہر ہو چکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد میں ”طلب العلم فريضة على كل مسلم“ العلم سے عمل کا علم مراد لیا ہے۔ جس کا واجب ہونا

مسلمانوں پر مشہور ہے“ ۴۵

ان عبارات کا مفاد یہی ہے کہ علم کی تحصیل ضروری ہے۔ مگر اس علم کی جس سے احکام شرع معلوم ہوں۔ مثلاً عبادات، معاملات، اخلاقیات وغیرہ اس کے سوا تمام علوم مطلوب خدا و رسول نہیں۔ وہ مردود ہیں۔ خود امام غزالی علیہ الرحمۃ کی زبانی سنئے۔

”علم کہ دنیوی تقاضوں کو پورا کرنے میں، بحث و جدل کرنے میں یا عوام کو مقفیٰ و مسجع

و عظ کہہ کر پھسلانے میں استعمال ہو۔ حرام اور جہال دنیا ہے“ ۴۶

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحصیل علوم میں افادیت کے قائل ہیں۔ عالم اگر بے عمل ہو یا خوف

خدا و خوفِ آخرت سے عاری ہو یا علم کو فخر کا ذریعہ بنالے۔ آپ کے نزدیک وہ علم اور وہ عالم مردود و مقبور ہے۔ فرماتے ہیں۔

”قیامت کے روز سب لوگوں سے زیادہ سخت عذاب اس عالم کو ہوگا۔ جس کو اللہ پاک

نے اس کے علم سے کچھ نفع نہ دیا ہو“ (طبرانی، بیہقی) ۴۷

مزید فرماتے ہیں۔

”علم حاصل کر کے خوفِ خدا سے عاری رہنا اور فخر کا ذریعہ بنانا مردود ہے“ ۴۸

۴۵ ایضاً _____ ص ۲۲

۴۶ ایضاً _____ ص ۲۳

۴۷ ایضاً _____ ص ۷

۴۸ ایضاً _____ ص ۶

۴۹ ایضاً _____ ص ۸

حدیث میں جس طلب علم کو فرض کہا ہے۔ اس سے مؤمن کو رقیق القلب، پاکیزہ اور اللہ کی یاد کرنے والا بنانا مراد ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

”ثمرہ علم کا دلوں کو آخرت کی طرف میلان اور روتوں کا تزکیہ و ترقی ہے“^۹ امام غزالی کے نزدیک علم وہ نیکی ہے جس کے فیض سے عالم، عالم ناسوت، ملکوت، لاہوت کے اسرار و حقائق کو اپنی گرفت میں لینے کا اہل ہو جاتا ہے۔ ورنہ وہ عالم عالم نہیں اور نہ وہ علم علم۔۔۔ اس شخص نے اپنی زندگی اس بے مقصد کام میں یونہی صرف کر دی۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ کے نقطہ نظر کے مطابق قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر کے علاوہ دیگر دنیوی علوم بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ مگر اولیت اہم علوم دینیہ کو حاصل ہے۔ اس لئے تحصیل علوم میں علوم و فنون کے درمیان ایک ترتیب قائم کرے۔ پھر تحصیل علوم میں مشغول ہو۔ ایسا نہ ہو کہ غیر اہم علوم میں زندگی کا قیمتی حصہ تو صرف کر دے۔ اور واجب علوم و عبادات معاملات اور اخلاقیات کے علوم (۱) رہ جائیں۔

ابن خلدون

ابن خلدون عمرانیات، سیاسیات اور تعلیمات کے بہت بڑے ماہر تھے۔ آٹھویں صدی ہجری کے آخر اور نویں صدی ہجری کے عشرہ اول میں ابن خلدون کے فلسفیانہ نظریات سامنے آئے۔ انہوں نے علم کو خوراک کی مانند انسان کی طبعی ضرورت قرار دیا۔ ابن خلدون نے علوم کو واضح دو قسموں میں تقسیم کیا۔

۱۔ علوم عقیلہ -

۲۔ علوم نقلیہ -

ابن خلدون نے اپنے ہم مذہب افراد پر لازم قرار دیا کہ ان کی ایک خاص مجلس ہو جس میں اوقات معینہ پر جمع ہوں۔ اس مجلس میں کوئی اجنبی شریک نہ ہو۔ ایسی مجلس میں اکثر وہ علم نفس، حس محسوس اور عقل معقول پر مباحثہ کرتے تھے لیکن سب سے زیادہ توجہ کتب الہیہ اور تنزیلیات نبویہ کے اسرار و مسائل پر دیتے۔

ابن خلدون علوم الہیہ کو متہائے مقصود و تعلیم قرار دیتے۔ کیونکہ یہی علوم حقیقتِ ازلی و ابدی کے مظہر ہیں۔ جو تکمیل انسانیت کے لئے ضروری ہیں۔

ابن خلدون کے نزدیک تعلیم کا حقیقی مقصد علم حقیقت و علم معرفت حاصل کرنا ہے۔ اگرچہ دنیا میں رہنے کے لئے دنیاوی امور اور دنیاوی مادی اشیا کا علم بے حد ضروری ہے۔ لیکن دونوں اقسام کی منفعت مختلف نوعیت کی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ علم معرفت بہر کس و ناکس حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کے حصول میں دلچسپی لیتا ہے۔ اس لئے لوگ عموماً دنیوی علوم کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ دراصل دنیوی علوم کا حصول کم ہمتی پر مبنی ہے۔ مردانِ حق اپنی بلند ہمتی کے سبب تعلیم کا حقیقی مقصد (علم معرفت) پانے میں کوشاں رہتے ہیں۔

ابن خلدون کے نزدیک تعلیم کے بارے میں نظریات تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اس کا باعث

انسانی زندگی کے تین بڑے عوامل ہیں۔

اول دین - دوم جغرافیائی حالات، سوم وسائلِ حیات کی کمی بیشی۔

ابن خلدون کے نظریہ کے مطابق سیاسیات کی پختگی اور اہمیت میں جن امور کو دخل ہے

ان میں تعلیم اور رواجِ تعلیم بھی شامل ہے۔

ریاست کے لئے سیاست اور سیاست کے لئے علم بنیادی عوامل میں۔ اس بارے میں ابن

خلدون کے نزدیک تعلیم ایک ایسا موضوع ہے جو افلاطون سے لے کر آج تک کے فلاسفوں کا موضوع

بن رہا ہے۔ چاہے ان کا مرکز سیاسی نوعیت کا ہو یا کسی اور نوعیت کا، تاہم تعلیم کو سیاست میں جس قدر

اہمیت حاصل ہے۔ اتنی قوت بازو کو بھی نہیں۔ سیاست کا مقصد صرف وسعتِ حدود جغرافیائی کے

لئے مسلسل کوشش کرنا نہیں۔ بلکہ خود اپنی ریاست میں زیادہ سے زیادہ فلاح و بہبود کو رواج دینا

ہے جس ملک میں تعلیم زیادہ ہوگی۔ وہ ہر لحاظ سے قوی ہوگا۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ

عارف باللہ شاہ ولی اللہ (المتولد ۱۱۱۳ھ / ۱۷۰۳ء، المتوفی ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء)

حضرت شاہ عبدالرحیم فاروقی دہلوی (م ۱۱۳۱ھ) کے بیٹے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے

مغلیہ دور حکومت کے دس بادشاہوں کا زمانہ پایا۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی زندگی کا ایک معتد بہ حصہ درس و تدریس میں صرف ہوا۔ شاہ صاحب کس قسم کی تعلیم کا رواج چاہتے تھے؟ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے چند شواہد کا مطالعہ مفید مطلب ہے۔

وصیت نامہ فارسی میں خود شاہ صاحب کی ایک تحریر ہے۔ جن کا تعلق علوم کی تعلیم سے

ہے۔ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ صرف و نحو کی تین تین یا چار چار کتابیں سب سے پہلے پڑھی جائیں۔

۲۔ بعد ازاں تاریخ، حکمت عملی کی کوئی کتاب کہ عربی زبان میں ہو۔ اس طرح پڑھی جائے کہ

مشکل الفاظ کو لغت کی مدد سے حل کرتے جائیں۔

۳۔ عربی زبان پر قدرت کے بعد علم حدیث کی کتاب موطا پڑھی جائے کہ اصل علم تو حدیث کا علم ہے۔

۴۔ قرآن مجید کو بغیر ترجمہ اور تفسیر کے پڑھا جائے۔ مشکل کلمات کو نحو کے ذریعہ حل کیا جائے یا ان کا

شان نزول معلوم کیا جائے۔

۵۔ اس کے بعد تفسیر جلالین بقدر ضرورت پڑھی جائے۔

۶۔ بعد ازاں کتب حدیث صحاح وغیرہ، کتب فقہ، کتب عقائد اور کتب سلوک ایک وقت میں

پڑھی جائیں۔

۷۔ ان سے فراغت حاصل کرنے کے بعد کتب دانش و سنیث مثل شرح ملا جامی، قطبی وغیرہ

پڑھی جائیں۔

۸۔ اگر وقت اجازت دے تو مشکوٰۃ اور اس کی شرح طیبی کو اس طرح پڑھا جائے کہ ایک روز کچھ حصہ مشکوٰۃ کا اور دوسرے روز اس کی شرح طیبی سے۔

۹۔ اس طریق تدریس میں بہت نفع ہے۔

۱۰۔ فیض ربانی کے حصول کے لئے قرآن مجید، حدیث، تفسیر اور فقہ کی تعلیم ضروری ہے اور ان علوم کے حصول کے لئے ابتدائی صرف و نحو و ادب کی تعلیم بمنزلہ زینہ کے ہے۔ لہ

حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ اپنے ملفوظات میں اپنے والد بزرگوار کے بارے میں فرماتے ہیں۔

”پدر من وقت رخصت از مدینہ از استاد خود عرض کردو او خوش شد کہ ہر چہ خواندہ بودم فراموش کردم الا علم دین یعنی حدیث“ لہ

ترجمہ: میرے والد نے مدینہ سے رخصت کے وقت اپنے استاد سے عرض کی جس سے وہ خوش ہوئے کہ میں نے علم دین یعنی حدیث کے علاوہ جو کچھ پڑھا تھا وہ بھلا دیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ بعض علوم میں اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں۔

”اس بندہ ضعیف پر خداوند تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت تھی کہ مجھے فاتحیت کی خلعت پہنائی گئی ہے اور پچھلے دور کا افتتاح میرے ہاتھ سے کرایا گیا ہے۔ مجھ سے پوچھا گیا فقہ کی اچھی باتیں کیا ہیں؟ چنانچہ میں نے ان کو جمع کر کے فقہ حدیث نئے سرے سے مرتب کر دی ہے۔“

میں نے فن اسرار حدیث اور علم مصالح احکام وغیرہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خداوند تعالیٰ سے لے کر آئے ہیں اور جن کی آپ نے تعلیم فرمائی ہے مدون کیا یہ وہ حق ہے جس کے بارے میں اس سے پہلے کسی نے مجھ سے بہتر بات نہیں کی ہے حالانکہ یہ عظیم الشان علم ہے

لہ ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں از ابوالحسنات ندوی، مطبع معارف اعظم گڑھ ص ۱۰۷
لہ انسان العین فی مشائخ الحرمین (انفاس العارفين) میں اس طرح بھی منقول ہے۔ ”این فقیر برائے دواغ نزدیکی شیخ ابوطاہر رفت۔ این بیت بر خواند۔ ع نیست کل طریق کنت اعرف + الا طریقاً یؤد بنی الاربعتم بجز و شنیدن آن بکا بر شیخ غالب آمد و بغایت مستانه شد۔ شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان۔ ص ۳۲

نیز مجھے کمالات اربعہ یعنی ابداع، خلق، تدبیر اور تدلی کا نہایت وسیع علم دیا گیا ہے۔
 ایسے ہی نفوس انسانی کی استعدادت کا کامل علم عطا کیا گیا ہے جس سے ہر شخص کا کمال اور
 انجام معلوم ہو سکتا ہے۔ ۱۔ یہ دونوں وہ بلند مرتبہ علوم ہیں کہ مجھ سے پہلے کسی نے ان کے بارے
 میں کچھ نہیں کہا اس کے علاوہ مجھے حکمت عملی کے اصول کو خداوند تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے اصحاب کے آثار کے ذریعے سمجھنے اور پختہ کرنے کی
 توفیق بخشی گئی۔ ۲۔

مجموعہ وصایا اربعہ کے مرتب نے حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ اس کو شاہ صاحب
 کی زندگی کا خلاصہ اور تعلیمات کا نچوڑ کہنا چاہیے۔

”مارا لادست کہ حریم محترمین رویم، روئے خود براں آستانہائے مالیم، سعادت
 ما این ست و شقاوت مادر اعراض“ ۳۔

ترجمہ: ہمارے لئے لازمی ہے کہ حریم محترمین جائیں اور اپنے چہروں کو در بیت اللہ اور
 در رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ملیں۔ ہماری سعادت اسی میں ہے اور اس
 سے انکار میں ہماری شقاوت اور بدبختی ہے۔

مذکور بالا شواہد کی روشنی میں ہم حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے تعلیمی نظریات آسانی
 معلوم کر سکتے ہیں۔ شاہ صاحب کے تعلیمی نظریات کا اجمالی طور پر یوں ذکر کر سکتے ہیں۔
 ۱۔ کتب دینیہ، قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر وغیرہ کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ
 (منطق، فلسفہ، ریاضی، سائنس وغیرہ) کی تعلیم ضروری ہے۔ مگر اس انداز میں کہ اولیت
 علوم دینیہ کو ہوگی۔

۲۔ قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے بنیادی طور پر صرف و نحو، لغت و ادب کی تعلیم ضروری
 ہے۔ ان علوم کی حیثیت علوم آلیہ کی سی ہے۔

۱۔ ہر شخص کا کمال باطنی اور انجام معلوم ہونا علوم غیبیہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو حضور پروردگار کے توسط
 سے ان علوم سے حصہ عطا فرماتا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ
 ۲۔ شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان۔ ص ۸ و ۷
 ۳۔ تقدیم الطائف القدس۔ از حکیم محمد موسیٰ امرتسری۔ ص ۵

۲- علوم کی تحصیل کی غرض و غایت فیض ربانی کا حصول ہے۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کا انحصار اور مقاماتِ باطنی کا مدار قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر کی تعلیم ہے۔ بغیر ان کے حصول کے انسان وہ مقام نہیں پاسکتا جس کے حصول کا اسے حکم دیا گیا ہے۔

۳- تحصیل علوم کی غرض و غایت درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک حاضری ہے۔ اسی میں سعادتِ ابدیہ ہے۔ اس سے اعراضِ شقاوت عظیمہ ہے۔

ع بمصطفیٰ برسنان خویش را کہ ویں ہمہ اوست

اگر باؤ نرسیدی تمام بولہبی سست

۵- اہل علم حضرات سے یہ بات مخفی نہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر اور دیگر علوم کی حامل اکثر درسگاہیں شاہِ دلی اللہ کے سلسلہ تلامذہ کی درسگاہیں

ہیں۔ یہ علماء و فضلاء کسی نہ کسی واسطہ سے آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ مگر مقامِ افسوس ہے کہ یہ فضلاء اور علماء اپنے اندر بنیادی نوعیت کے اختلافات رکھتے ہیں مگر

کوئی صاحبِ درد ان اختلافات کو دور کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے شاہ صاحب کی تعلیمات کا سہارا لینا پڑے گا۔ ویسے سیدھی سی بات یہ ہے کہ جن درس گاہوں کے

فارغ التحصیل طلباء درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک عاجز نہ حاضری کو زندگی کا سب سے بڑا نصب العین سمجھتے ہیں۔ مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ان کے

ایمانوں کا جزوِ اعظم ہے اور نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ کے لئے ہر وقت

کوشاں ہیں وہ ہی شاہ صاحب کے صحیح جانشین ہیں۔

ڈاکٹر اقبال

(۱۸۷۶ء تا ۱۹۳۸ء)

ایک ماہر تعلیم کی حیثیت سے اقبال کے تعلیمی نظریات کا مختصر — جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ جدید علوم، جن کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ یہ یورپ والوں کے ایجاد کردہ ہیں۔ درحقیقت مسلمانوں ہی کا ورثہ ہیں۔ ان علوم کو مسلمانوں نے نہ صرف ایجاد کیا۔ بلکہ اس حد تک پہنچایا کہ اس سے آگے جانا آج بھی مشکل ہے۔ اس حقیقت کو اقبال کی زبان سے سنئے۔

حکمتِ اشیا فرنگی زاد نیست

اصل او جز لذتِ ایجاد نیست

نیک اگر بینی مسلمان زادہ است

ایں گہرازدست ما افتادہ است

ایں پری از شیشہء اسلافِ ماست

باز صیدش کن کہ اواز قافِ ماست (ثنوی مسافر)

یہ حکمتِ اشیا درحقیقت فرنگیوں کی ایجاد کردہ نہیں۔ اس کی اصل تو انسانی سرشت ہے۔ اگر تو تعصب سے ہٹ کر دیکھے تو معلوم ہوگا۔ یہ گوہر آبدار تو مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہی گرہا ہے۔ حکمت کے یہ علوم تو ہمارے علمی کوہ قاف کی پری ہیں۔ اس لئے ہمیں یہ حق پہنچانا ہے کہ ان کو دوبارہ حاصل کریں۔

چونکہ علوم جدیدہ اقبال کے نزدیک مسلمان اصلاف کا ترکہ و میراث ہیں۔ اس لئے

موجودہ دور کے مسلمانوں کو ان کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ ترغیبی انداز میں اقبال لکھتے ہیں

نائبِ حق در جہاں آدم شود

بر عناصرِ حکم او محکم شود

خویش را بر پشتِ باد اسوار کن

یعنی اس جہازہ را ما ہار کن

از شعا عیش ویدہ کن تا دیدہ را

و انما اسرارِ نافریدہ را

جستجو را محکم از تدبیر کن

انفس و آفاق را تنجیس کن

تو کہ مقصودِ خطابِ انظری

پس چہ را اس راہ چوں کوراں بری

آنکہ بر اشیاء کند انداخت است

مرکب از برق و حرارتِ سافت است

علمِ اشیاء اعتبارِ آدم است

حکمتِ اشیاء حصارِ آدم است (رموزِ بیخودی)

انسان دنیا میں اسی وقت نائبِ حق بنتا ہے جب کہ عناصرِ قدرت پر اس کا محکم

جاری ہو۔ اے مسلمان! تو ہوا کی پشت پر سواری کر۔ اس تیز رفتار اونٹ کی نیکیل تیرے

ہاتھوں میں ہونی چاہیے۔ اے نوجوان مسلمان! تو فضا کے آسمان کے ایک حقیر ذرہ کی روشنی

سے چشمِ بینا کو منور کر دے۔ جنگمگانے خورشید کی شعاعوں کو شکار کر۔ اپنی جدوجہد کو

تذیبہ اور تدبیر سے مستحکم بنا۔ انفس و آفاق کو مسخر کر۔

اے مسلمان! تو ہی خطابِ الہی افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت (وہ اونٹ کی طرف

کیوں نہیں دیکھتے، کس انداز سے اسے بنایا گیا ہے) کا مخاطب ہے۔ تجھے تو اشیاء کا ناسات

کی حقیقت و ماہیت پر غور و فکر کی دعوت دی گئی تو پھر کیوں اس راہ میں تو غور نہیں کرتا۔ ذرا

غور سے سن! جس نے اشیاء کائنات پر کمند ڈال دی اور ان کو مسخر کر لیا۔ وہی عناصر قدرت برق و باد کا حکمران ہے۔ وہ ان اشیاء کا راکب ہے اور وہ اس کا مرکب۔ اشیاء کی ماہیت و حقیقت کا علم ہی حضرت آدم علیہ السلام کی برتری کا سبب ہے۔ اگر انسان اشیاء کے اسرار و رموز سے آگاہی حاصل کر لے۔ تو یہی اشیاء اس کے لئے امن کا حصار بن جاتی ہیں۔

۲۔ ان خیالات و افکار کا اظہار کرنے کے باوجود اقبال نے جدید تعلیم کے اثرات پر کڑی تنقید بھی کی ہے۔ علامہ کی نگاہ میں جدید تعلیم کا ایک نقص یہ ہے کہ وہ نوجوانوں کو بے ادب بنا رہی ہے۔

نوجوانوں کی بدتمیزی دیکھ کر ان کا دل کڑھتا ہے اور وہ موجودہ تعلیم سے پشیمان ہو جاتے ہیں۔

نوجوانے راجوں بینم بے ادب

روزِ من تاریک می گرد و چوں شب

تاب و تب در سینہ افزاید مرا

یادِ عمدِ مصطفیٰ آید مرا

از زمانِ خود پشیمان می شوم

در قرونِ رفتہ پنہاں می شوم

اقبال بر ملا اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ جدید تعلیم نے نوجوان مسلم کو حق و

صداقت بیان کرنے سے روک دیا ہے۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا

کہاں سے آئے صدا لالہ الا اللہ

تعلیم جدید نے نوجوانوں کے ذہن سے یقین و ایمان کی دولت نکال لی ہے اور

وہ ناامیدی و مایوسی کے باعث تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔

جواناں تشنہ لب خالی ایاغ

شستہ رو، تاریک جان، روشن دماغ

کم نگا ہے ، بے یقین و نامید

چشمِ نشان اندر جہاں چیز سے ندید (جاوید نامہ)

اقبال کے نزدیک جدید تعلیم نے نوجوانوں کو احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیا ہے۔ حالانکہ اقبال کا نوجوان شاہین زادہ ہے۔ اب یہ رسم و راہ شہبازی سے بے خبر اور عقابِ روح سے نا آشنا ہے تو کیوں؟ یہ شاہین زادہ کونسا بنا تو کیوں؟ جدید تعلیم سے۔

وہ فریب خوردہ شاہین کہ پلا ہو کر گسوں میں

اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازوں

۳۔ جدید تعلیم میں استاد کے کردار کا تذکرہ کتنے تاسف بھرے لہجے میں کرتے ہیں۔

شکایت ہے مجھے یارب خداوندانِ مکتب سے

سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

جدید تعلیم اور اس کے متعلقات نے نوجوان مسلم کو افرنگی کی غلامانہ ذہنیت میں

اس طرح جکڑ دیا ہے کہ اس کا وجود ظاہری درحقیقت صرف قالب ہے۔ جو قلب سے

خالی ہے۔ کلیات اور جامعات کی اس تعلیم نے نوجوان کو مردہ لاش

میں بدل دیا ہے۔

گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے

مردہ ہے مانگ کے لایا ہے تنگی سے نفس

۴۔ تعلیم جدید کے مقاصد میں کسا گیا تھا کہ اس سے مزین ہو کر تعلیم یافتہ طبقہ معاش کا ذریعہ

آسانی سے پیدا کرے گا۔ اقبال کی نگاہ میں یہ مقصد غلامی افرنگ کو اور زیادہ مضبوط اور

دیر پا کرنے کا باعث ہوگا۔

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں

جس علم کا حاصل ہے۔ جہاں میں دو کف جو

جدید تعلیم نے جاں بھی گرو غیر اور بدن بھی گرو غیر کی کیفیت پیدا کر دی۔ اقبال دیکھ کر

بڑے سوز سے تڑپ اٹھے۔

بہ طفلِ مکتبِ ما ایں دعا گفت
پٹے نانے بہ بند کس میفتاد

۵۔ بتایا گیا کہ جدید تعلیم سے روشن خیالی اور آزادی ضمیر حاصل ہوگی۔ مگر اقبال کا تجربہ یہ ہے کہ یہ روشن خیالی درحقیقت ناچختہ ذہنی ہے۔ دینی عقائد سے بیزاری اور الحاد کی طرف راہبری ہے۔

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لبِ خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغتِ تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

الغرض جدید تعلیم اقبال کے نزدیک درحقیقت مسلمانوں کے خلاف ایک گہری سازش تھی۔ تعلیم کے سین پر دے میں نوجوانوں کو بے یقینی اور الحاد کی تاریک وادی میں چھوڑنا تھا۔ فرماتے ہیں۔

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

علم، جو بذاتِ خود منبعِ خیر و قوت ہے۔ مظہرِ جبریل ہے۔ اب جدید تعلیم سے
شروع ہر کا مظہر اور ابلیس بنا
علم از و رسواست اندر شہر و دشت
جبریل از صحبتش ابلیس گشت

۶۔ اقبال کی نگاہ میں وہ علم جس میں عشق کا امتزاج نہ ہو ناپسندیدہ ہے۔ وہ اس علم کے مداح ہیں۔ جس میں عشق کا امتزاج ہو فرماتے ہیں۔
علم بے عشق است از طاغوتیاں
علم باعشق است از لاہوتیاں
گویا علم باعشق مشرف باسلام ہے۔ اس کی ضیا پاشیوں سے جہاں منور ہے دل

ندہ ہے روح خدا شناس ہے۔ اور علم بے عشق اسلام سے دور، طاغوت کا وجود ،
بے حرمان و بے نصیب ہے۔ اس سے دل تاریک اور جسم غلام ہوتا ہے۔

۷۔ علم اپنی وسعت کے باوصف، اگر اسلام کے تابع نہ ہو تو وہ شیطان ہے، بولہب
ہے۔ ضروری ہے کہ تمام علوم، قرآنی ہدایت کے تابع ہوں نہ کہ اس کو اپنے تابع
بنائیں۔ جب تک قرآن، علوم پر حاکم نہ ہوگا۔ علوم نامسلمان رہیں گے۔ اس حقیقت
کو اقبال نے کس خوبی سے بیان کیا ہے۔

خوشتر آں باشد مسلمانش کنی

کشتہ شمشیر قرآنش کنی

۸۔ سیکولر تعلیم نے اسلامی قومیت کی بقا و نشوونما کو سخت نقصان پہنچایا۔ اقبال
موجودہ تعلیمی تحریکات کو مسلم قومیت کی تشکیل کے لئے کافی نہیں سمجھتے وہ چاہتے ہیں
کہ ایسا عظیم الشان نظام تعلیم قائم کیا جائے۔ جو ایک طرف تو افراد میں اسلامی شعور
بیدار کرے اور دوسری طرف سیکولر نظام کے منفی اثرات کا بالکل سدباب کرے۔
وہ لکھتے ہیں۔

اخلاق و مذہب کے اصول و فروع کی تلقین کے لئے موجودہ زمانے کے واعظ کو تاریخ
اقتصادیات اور عمرانیات کے حقائقِ عظیمہ سے آشنا ہونے کے علاوہ اپنی قوم کے
لٹریچر اور تخیل میں پوری دسترس رکھنی چاہیے۔ الذودہ، علی گڑھ کالج، مدرسہ دیوبند
اس قسم کے دوسرے مدارس جو الگ الگ کام کر رہے ہیں۔ اس بڑی ضرورت کو
رفع نہیں کر سکتے.....“ لے

۹۔ سیکولر تعلیم خواہ یہ مکتب کی تعلیم ہو یا کالج کی، اقبال کے نزدیک اسلامی قومیت کی
تشکیل میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ سیکولر تعلیم سے قومیت کا مفہوم وہ بن
جاتا ہے۔ جسے اہل مغرب نے نہ صرف قبول کیا۔ بلکہ اس کی اشاعت و تشہیر میں پوری

لے مقالات اقبال مرتبہ سید عبدالواحد / بحوالہ اقبال اور تعلیم از محمد احمد خان

صلاحیتیں صرف کر دیں۔ یہ تصور قومیت وطن، نسل، رنگ، زبان کے اجزائے ترکیبی سے نشوونما پاتا ہے۔ حالانکہ اسلام انہی امتیازات کو مٹانے آیا تھا۔ بد قسمتی سے دارالعلوم دیوبند کے طالب علم نہیں معلم بلکہ صدر معلم نے جب اسلامی قومیت کا ناٹھ وطن سے جوڑا تو اقبال سترنا پا احتجاج بن کر گویا ہوئے۔

عجم ہنوز نداند رموز دیں در نہ !!
 زد یو بست حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست
 سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
 چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
 بمصطفیٰ برسوں خویش را کہ دیں ہمہ است
 اگر باؤنر سیدی تمام بولہبی است

۱۰۔ اقبال تحقیق و جستجو کا متلاشی ہے۔ اس کے نزدیک تحقیق سے قوموں کا وجود ہے، مگر مغربی محققین، جنہیں ہم مستشرقین کہتے ہیں، مکی تحقیق سے ناراض ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مستشرقین تحقیق کے پردے میں اپنے مقاصد، سیاسی ہوں یا تبلیغی بروٹے کار لانا چاہتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

”میں یورپین مستشرقین کا قائل نہیں کیونکہ ان کی تصانیف سیاسی پراپیگنڈہ یا تبلیغی مقاصد کی تخلیق ہوتی ہیں۔“ ۲

۱۱۔ اقبال کے نظریہ میں عورتوں کی تعلیم اس طرز کی ہونی چاہیے جو اسے اپنے فرائض منصبی سے آگاہ کر دے۔ چراغ محفل کی بجائے چراغ خانہ بنا دے۔ عورتوں کی تعلیم دین کی تعلیم بنیادی اور ابتدا سے ہی ہونی چاہیے۔ ضربِ کلیم کا قطعہ ملاحظہ ہو۔ عنوان ہے ”عورت اور تعلیم“۔

تہذیب فرنگی ہے، اگر مرگ امومت
 ہے حضرت النساء کے لئے اس کا ثمر موت

۲۔ اقبال نامہ، مرتبہ شیخ عطاء اللہ، بحوالہ اقبال اور مسئلہ تعلیم۔ ص ۲۹۱

جس علم کی تاثیر سے رن ہوتی ہے نازن
 کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
 بے گانہ رہے دیں سے اگر مدرسہ زن
 ہے عشق و محبت کے لئے علم و ہنر موت

تعلیم نسواں کے بارے میں اقبال نے جو کچھ اشعار کی صورت میں پیش کیا۔ اس کا خلاصہ
 انہی کی نثر میں ملاحظہ کیجئے۔

”ایک قوم کی حیثیت سے ہمارے استحکام کا انحصار مذہبی اصولوں کو مضبوطی کے ساتھ
 پکڑے رہنے پر ہے۔ جس لمحہ یہ گرفت ڈھیلی پڑ جائے گی۔ ہم کہیں کے نہیں رہیں گے۔ شاید
 ہمارا حشر یہودیوں جیسا ہو جائے۔ تو پھر ہم اس گرفت کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے کیا کر سکتے
 ہیں۔ کسی قوم میں مذہب کا محافظ خاص کون ہوتا ہے۔؟ عورت اور صرف عورت۔ اس لئے

مسلمان عورت کو عمدہ، معقول و معتد بہی تعلیم منی چاہیئے۔ کیوں کہ وہی

فی الواقعی قوم کی معمار ہے۔ میں مطلقاً آزاد طریقہ تعلیم کا قائل نہیں۔ دیکر تمام امور کی طرح طریقہ
 تعلیم کا تعین بھی ایک قوم کی ضروریات کے ماتحت ہونا چاہیئے۔ ہمارے مقاصد کے لئے مسلمان
 لڑکیوں کی دینی تعلیم کافی ہے۔“ ۱۱

۱۱۔ اسلامی ریسرچ کی اہمیت۔ موجودہ دور میں اس کے تقاضے اور مستشرقین کی تحقیق کے
 بارے میں اقبال کے نظریات گزشتہ سطور میں گزر چکے ہیں۔ تحقیق اسلامی کے بنیادی
 شرائط اور تحقیق کی غرض و غایت کیا ہے۔ خود اقبال کی زبانی سنئے۔

”مصر جانیے، عربی زبان میں مہارت پیدا کیجئے۔ اسلامی علوم، اسلام کی دینی و سیاسی
 تاریخ، تصوف، فقہ، تفسیر کا بغور مطالعہ کر کے محمد عربی کی اصلی روح تک پہنچنے کی کوشش
 کیجئے۔“ ۱۲

۱۱۔ اقبال اور مسئلہ تعلیم۔ ص ۲۶۱

۱۲۔ اقبال نامہ حصہ اول مرتبہ شیخ عطاء اللہ، بحوالہ اقبال اور مسئلہ تعلیم۔ ص ۲۱۴

الانتباہ

مغربی طرز تعلیم کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ مغربی تعلیم یافتہ حضرات اپنے طور پر یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ قدیم طرز پر تعلیم پائے ہوئے افراد میں ملکہ تحقیق اور قابلیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ وہ صرف مسجد کے امام، نکاح خواں یا واعظ بن سکتے ہیں۔ یہ لوگ تحقیق سے عاری ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ خیال سرے سے غلط ہے۔ قدیم طرز کی مشرقی تعلیم طلباء میں ”وہ پیدا کرتی تھی کہ آج کی یونیورسٹیوں کے فاضل بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ تحقیقی اور علمی میدان میں ان کا کوئی ہمسر نہیں ہو سکتا۔ اپنی بے نفسی اور سادگی سے ہمیشہ یہ لوگ بیچ مدانی کا دعویٰ کرتے جنرل سلیمن، جو ٹھگی کے انسداد کی وجہ سے ہندوستان کی تاریخ میں ممتاز مرتبہ رکھتے ہیں اور جنہیں ہندوستانیوں کے ساتھ ملنے جلنے کا اتفاق عام یونیورسٹیوں سے زیادہ ہوتا رہا، ہندوستان کے دور زوال کی تعلیم کی عظمت کا اعتراف یوں کرتے ہیں:-

”دنیا میں ایسی قومیں بہت کم ہوں گی جن میں تعلیم اس قدر عام ہے جس قدر ہندوستان کے مسلمانوں میں۔ ان میں جو کوئی بیس روپیہ ماہوار کا منتصدی ہوتا ہے وہ اپنے لڑکوں کو اس طرح تعلیم دیتا ہے جس طرح ایک وزیر اعظم اپنی اولاد کو۔ اور جو علوم ہمارے بچے لاطینی اور یونانی زبانوں میں اپنے کالجوں میں حاصل کرتے ہیں وہی یہ لوگ عربی اور فارسی زبانوں میں سیکھتے ہیں اور سات سال کے درس کے بعد ایک طالب علم اپنے سر پر جو آکسفورڈ کے فارغ التحصیل طالب علم

سے مشہور فاضل و محقق پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں امام احمد رضا کے فضل و کمال کا اس طرح اقرار کرتے ہیں: ”اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ اپنے دور کے بے مثل علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے فضل و کمال ذہانت، فطانت، طباطبائی دوزاکی کے سلمے بڑے بڑے علماء، فضلا، یونیورسٹیوں کے اساتذہ، محققین، مستشرقین

نظر میں نہایت چمکتے۔ محقق یہ کہ وہ کون سا علم ہے جو انہیں نہیں آتا۔ وہ کون سا فن ہے جس سے وہ واقف نہیں۔ بجا الایات مولانا احمد رضا، بریلوی از پروفیسر محمد مسعود احمد۔ ص ۱۵۱

لی طرح علم سے بھرا ہوتا ہے، دستارِ فضیلت باندھتا ہے اور اسی طرح روانی سے سقراط،
ارسطو، افلاطون، بقراط، جالینوس اور بوعلی سینا پر گفتگو کر سکتا ہے جس طرح آکسفورڈ
کا کامیاب طالب علم۔ ۲۷

علماء کے سادہ معمولی مکان، مسجدوں کے صحن اور خانقاہوں کے حجرے قدیم طرز
تعلیم میں مرکزِ علوم و تحقیق کا کام دیتے تھے۔ جدید مغربی تعلیم کے زیر اثر ان علمی مراکز کے
خلاف ایک باقاعدہ سازش جاری ہے۔ حالانکہ یہی سادہ اور تکلف سے دور علمی مراکز آج
کی پرتکلف علمی درسگاہوں سے کسی صورت میں بھی کم درجہ نہ تھے۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم،
مدرسے اور دارالعلوموں کے بارے میں لکھا ہے کہ جس پائے کے علماء ان درسگاہوں سے
اٹھے آج کے دور کو وہ علماء نصیب نہیں۔ شبلی نعمانی لکھتے ہیں :-

« اگرچہ ۱۴۳۲ھ کے متصل ہی ممالک اسلامی میں درس و تدریس کا ایک عظیم الشان
سلسلہ قائم ہو گیا اور انہیں دو تین صوبوں میں جس درجے کے سینکڑوں، ہزاروں مجتہد، فقیہ،
ادیب، شاعر، فلاسفر، مورخ پیدا ہو گئے۔ زمانے کے نو سو برس کی وسیع مدت میں بھی اس
پایہ کے لوگ نصیب نہیں ہوئے۔ لیکن تعجب ہے کہ تاریخ کے صفحات میں چوتھی صدی کے
آخر تک بھی کسی معمولی کالج یا اسکول کا نشان نہیں ملتا۔ مسجدوں کے صحن، خانقاہوں کے حجرے
علماء کے معمولی مکانات یہی اس وقت کے مدرسے یا دارالعلوم تھے۔ ۲۸

۲۸ تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی، مولفہ مولوی عبد العزیز خاں بریلوی۔ س ۲۷۹، ۲۸۰
نوٹ :- جنرل سلیمین کی تصدیق پر مولوی عبد العزیز خاں بریلوی اس طرح تبصرہ کرتے ہیں :- ان سطوح سے تو
یہ واضح ہو جاتا ہے کہ شمالی ہندوستان کا نظام تعلیم اس زمانہ کے انگریزی نظام تعلیم سے یا آکسفورڈ
کے موجودہ کلاسیکل کورس کے مقبول عام نصاب سے کسی طرح اپست نہ تھا۔ تاریخ روہیل کھنڈ۔

ص ۲۸۰

۲۹ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم، مرتبہ شبلی نعمانی، طبیبہ قومی پرائس لکھنؤ، بار دوم، ص ۳۲۔

امام احمد رضا قدس سرہ

بجائت ایک عظیم ماہر تعلیم

۱۳۔ امام احمد رضا قدس سرہ جہادِ آزادی سے ایک سال قبل ۱۰ شوال ۱۲۵۶ھ

جون ۱۸۵۶ء کو مرکزِ علم و فضل بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کی زندگی کا مختصر زمانہ یہ ہے

۱۲۶۶ھ / ۱۸۶۰ء چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا۔

۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۴ء کو ہدایت النخو کی شرح لکھی۔

۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء کو اصول فقہ کی بلند مرتبہ کتاب مسلم الثبوت پر حاشیہ پر لکھا

۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء کو مروجہ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم سے فراغت پائی۔ دستار

فضیلت سے نوازے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر چودہ سال سے بھی کچھ کم تھی۔

۱۳ شعبان ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء کو دارالافتا بریلی میں مسند افتاء کی ذمہ داری سونپی گئی۔

جس کو آخری دم تک ایسا نبھایا کہ شاید وہ باپید۔

ربیع الاول ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۷ء کو مارہرہ مظہرہ میں حاضر ہو کر والد ماجد حضرت

مولانا شاہ محمد نقی خاں قدس سرہ کے ہمراہ قدوة الاولیاء الکاملین حضرت سید شاہ آک

رسول قدس سرہ العزیز کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور اسی وقت جمع سلاک

طریقیت کی اجازت سے مشرف ہوئے۔

۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۸ء کو والدین کے ہمراہ پہلا حج کیا۔ اسی دوران حرمین شریفین کے

اعاظم علماء کرام سے جملہ علوم و فنون کی اجازت حاصل کی۔ حرمین کے علماء نے "ضیاء الدین

احمد" کا عظیم لقب عطا کیا۔ یہ عطیہ ربانی دراصل آپ کے علم و فضل کا اظہار تھا۔

۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء کو علمی مرکز فرنگی محل میں نزول اجلال فرمایا۔

۱۵ تا ۱۳ اشوال ۱۳۱۱ھ / ۲۲ تا ۲۴ اپریل ۱۸۹۳ء کو ندوة العلماء کے جلسہ تاسیس میں شرکت فرمائی اور "اصلاح نصاب" پر ایک مفید مقالہ پڑھا۔ اس اجلاس میں ملک بھر کے جلیل القدر علماء ماہرین تعلیم جمع تھے۔ ان میں مولانا محمد علی مونگیری، مولانا لطف علی گڑھی، مولانا احمد حسن کانپوری، علامہ شبلی نعمانی، شیعہ مجتہد غلام حسین کنتوری، مولوی محمد ابراہیم آرومی (اہل حدیث) اور مولوی محمد احسن بہاری (غیر مقلد) کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔

۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں بریلی میں ایک عظیم نئے دارالعلوم کی بنیاد رکھی جو منظر اسلام کے نام سے مشہور ہوا۔

۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء کو دوسرا حج کیا۔ اسی سفر حج کے دوران علماء مکہ معظمہ و مدینہ منورہ اور عالم اسلام سے آٹے ہوئے بے شمار فاضل علماء کرام نے با عرار امام احمد رضا قدس سرہ سے علوم و فنون اور سلاسل طریقت کی اجازتیں حاصل کیں۔ جلیل القدر علماء نے آپ کی وہ عزت افزائی فرمائی کہ شاید ہی کسی کو نصیب ہوئی ہو۔

۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء کو تدبیر فلاح و نجات اصلاح تصنیف فرمائی جس میں مسلمانوں کی ترقی و آزادی کے لئے تجاویز مرتب فرمائیں۔

۱۳۴۰ھ صفر کی پچیس تاریخ بروز جمعہ المبارک ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو بریلی میں وصال

۱۔ سالانہ رپورٹ ندوة العلماء، مطبوعہ کانپور ۱۳۳۲ھ۔ بحوالہ تذکرہ محدث سورتی ص ۱۰۶۔

نوٹ ۲ مطبوعہ رپورٹ میں اس اجلاس کی اہمیت کا ذکر ان الفاظ میں ہے: "وہ جلسہ جو مسلمانوں کے ادا بار اور ان کے باہمی نفاق اور مذہبی جھگڑوں کو دور کر سکتا ہے۔ وہ صحت ندوة العلماء ہے اور یہ ہندوستان میں اپنی قسم کا پہلا اجلاس ہے۔" ندوہ کی بے جا رواداری کی بنا پر امام احمد رضا اور دیگر علماء اہل سنت اس سے غلیظہ ہو ہو گئے تھے۔ تذکرہ محدث سورتی ص ۱۰۳۔

۳۔ سفر حج، علماء کرام کی اجازتیں حاصل کرنا اور ناصحین حرمین حلیت میں ۶۰ تا اذائی کی تفصیل ملاحظہ کرنے کے لئے رجوع فرمائیں۔ (۱) الملفوظ حسد دوم، (ب) الاجابت التینیہ لعلماء مکہ والمدینہ (ج) مقدمہ حسام الدین۔

(د) فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں وغیرہ

فرمایا۔ امام احمد رضا قدس سرہ کا خاندان برصغیر میں ایک عظیم علمی شہرت کا حامل رہا ہے۔
آباد اجداد کا شمار اپنے دور کے جلیل المرتبت فضلاء میں ہوتا تھا۔ روحانی اور علمی امور
میں یہ حضرات مرجعِ خلافت تھے۔

مشہور بزرگ مورخ مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی "اسلامی مدارس وغیرہ" کے
عنوان سے بریلی کی علمی عظمت کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

"بریلی میں علوم اسلامی کے عروج کا زمانہ حافظ الملک کے عہد سے شروع ہوتا ہے۔
جبکہ روہیل کھنڈ میں پانچ ہزار علماء مساجد و مدارس میں درس دیتے ہیں۔ مولوی حیدر علی
لکھتے ہیں "اگرچہ شہر بانس بریلی بمقابلہ دہلی، لکھنؤ، آگرہ قصبہ ہے۔ مگر کبھی یہ قصبہ
عالموں، حکیموں، شاعروں، خوش نویسوں اور ہنرمندوں سے خالی نہیں رہا"۔
یہی مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی خاص امام احمد رضا قدس سرہ اور ان کے خاندان کے
علمی مقام کو مختصر الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں۔

"اس مدرسہ کو ایک مشہور سلسلہ خاندان سے نسبت ہے۔ جس کے مورثِ اعلیٰ محمد سعید خاں
ان کے لڑکے محمد سعادت علی خاں، ان کے لڑکے محمد اعظم خان، ان کے لڑکے محمد کاکم
علی خان، ان کے لڑکے محمد رضا علی خاں، ان کے لڑکے نقی علی خان اور ان کے
لڑکے احمد رضا خاں، حسن رضا خاں، محمد رضا خاں۔

احمد رضا کے لڑکے حامد رضا خاں و مصطفیٰ رضا خاں صاحبان بہت مشہور ہوئے محمد اعظم
خاں نے دہلی سے بریلی سکونت منتقل کی۔ اس خاندان سے دیہات زمینداری سے امیرانہ
بسر ہوتی رہی۔

مولوی احمد رضا خاں کی شہرت کو چار چاند لگ گئے جنفی، سنی، فاضل اجل، کامل اکمل
سید شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تقریباً (۵۰)، کتابیں تصنیف کیں سفر حجاز
میں علمائے عرب سے سندِ حدیث و فقہ و اصول و تفسیر حاصل کی۔ مسائل فقہ میں فتاویٰ رضویہ

۳۵۵ تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی مولفہ مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی، مہران اکیڈمی کراچی ص ۳۵۵

نوٹ: کتاب مذکورہ مشہور ماہر تعلیم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے مقدمہ لکھا ہے۔

طویل ترین کتاب لکھی قرآن کریم کا بہترین ترجمہ کیا۔ ایک عمر فتاویٰ نویسی میں بسر کی۔ تقریر و تخریر کے ذریعے سے پچاس برس خدمت دین میں گزارے۔ نام نامی اعلیٰ حضرت مولانا حاجی شاہ احمد رضا خاں، مجددِ مائتہ حاضر مشہور ہوا۔ تاریخ ولادت ۱۲۷۲ھ المتوفی ۱۵ ستمبر ۱۳۴۰ء مدفن، مسکن سے قریب معتقدین کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا۔ آپ کی جماعت کا نام "جماعت رضائے مصطفیٰ" دو درس گاہیں، ایک سوداگری محلہ میں، دوسری مسجد بی بی صاحبہ جی میں "بہاریہ" دارالعلوم کا نام منظر اسلام، ۱۳۷۷ھ

امام احمد رضا قدس سرہ جن علوم میں سہارت تامہ رکھتے تھے۔ ان کی تعداد پچپن سے زائد ہے۔ ان میں سے بعض علوم آپ نے اساتذہ کرام سے حاصل کئے۔ بعض علوم اساتذہ فن کی کتب سے محض مطالعہ سے حاصل کئے۔ بعض علوم کو آپ نے ایجاد کیا۔ جن علوم پر آپ کو عبور نام تھا۔ ان میں ریاضی، ہیئت اور طبیعیات کے بعض وہ فنون ہیں جن سے آج کے علمی دور میں علماء قدیم اور علماء جدید دونوں کے کان نا آشنا ہیں۔ شے علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر، مشہور ریاضی دان ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد نے پہلی ہی ملاقات کے بعد جو تاثر بیان کیا وہ آپ زور سے لکھنے کے قابل ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔

"حقیقت میں یہ سستی نوبل پرائز کی مستحق ہے" ۱۳۷۷ھ

۱۳۷۷ھ تاریخ رومیل کنڈ مع تاریخ بریل ع ۲۵۶

نوٹ: جدید تحقیق کے مطابق آپ کی تصانیف تقریباً ایک ہزار ہیں اور رسالہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء ۱۳۷۷ھ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ - الاجازات المتینۃ لعلماء مکہ المدینہ کربلا فقیر قادری عفی عنہ اب فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔

۱۳۷۷ھ اکرام امام احمد رضا۔ تالیف ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔

نوٹ: امام احمد رضا قدس سرہ نے ساری عمر انگریز اور ہندو کے خلاف تلمی جہاد میں گزاری وہ شمس العلماء یا اس نوعیت کے کسی خطاب کی خواہش کس طرح کرتے؟ اور نہ آپ کے کسی متوسل نے اس کی تخریب کی۔ ورنہ امام احمد رضا ان کی اولاد، تلامذہ حتیٰ کہ خدام بھی اس پائے کے عالم ہونے کے بے دریغ انہیں شمس العلماء کا خطاب دیا جا سکتا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ۔

تعلیم سے فارغ ہو کر امام احمد رضا قدس سرہ نے تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ آپ کے اکثر تلامذہ آسمان علم و فضل کے نیبر درخشاں بن کر چمکے۔

اپنے دور کے جلیل القدر علماء سے امام احمد رضا قدس سرہ کے گہرے علمی روابط تھے اکثر آپ کے ہاں علمی محافل کا انعقاد ہوتا جس میں یہ علمی ستارے جمع ہوئے، ایسا بھی ہوتا، ان علماء کے ہاں یا ان کے مدارس کے سالانہ اجلاس میں امام احمد رضا شریک ہوتے، علمی مذاکرات ہوتے۔ بعض مدارس میں امام احمد رضا قدس سرہ بطور ممتحن تشریف لے جاتے، طلبہ کی علمی استعداد معلوم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے مسائل سے براہ راست واقفیت حاصل کرتے، علمی مراکز کے ناظم حضرات آپ سے اکثر علمی امور پر مشورہ لیتے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے زندگی بھر ملازمت نہیں کی کہ ملازمت کے کچھ ایسے تقاضے ہوتے ہیں جو ملازم کو اپنی مرضی کے خلاف پورے کرنے پڑتے ہیں، آزادی کے ساتھ اظہار رائے ممکن نہیں ہوتا، مگر امام احمد رضا کو جو کچھ کہنا ہوتا، بڑے واضح الفاظ میں بر محل بیان کر دیتے، برصغیر میں ایک ہزار سالہ مسلمانوں کے دور اقتدار کا زوال آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، نئے خداوندان اقتدار کی تعلیم اور ان کی تہذیب کے پرستاروں کی غیر دانش مندانہ حرکات اور

کے امام احمد رضا قدس سرہ کی ذات مرجع العلماء تھی۔ دور دور سے طلباء استفادہ کے لئے حاضر ہوتے،

یہاں تک کہ سہارنپور اور دیوبند کے چند طلباء بھی حدیث و فقہ کے درس کے لئے حاضر ہوئے ملاحظہ ہو۔

چودھویں صدی کے مجدد، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، لاہور۔ ص ۸۵۔

فاضل بریلوی کے تلامذہ کی طویل فہرست میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

- ۱۔ مولانا حسن رضا خاں۔ ۲۔ مولانا محمد رضا خاں۔ ۳۔ مولانا حامد رضا خاں
- ۴۔ مولانا سید اشرف اشرفی۔ ۵۔ مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی۔ ۶۔ مولانا ظفر الدین بہاری
- ۷۔ مولانا عبدالواحد پٹیل بھتی۔ ۸۔ مولانا حسین رضا خاں۔ ۹۔ مولانا سلطان احمد خاں
- ۱۰۔ مولانا سید امیر احمد۔ ۱۱۔ مولانا حافظ یقین الدین۔ ۱۲۔ مولانا حافظ عبدالکریم
- ۱۳۔ مولانا سید نورا احمد چانگامی۔ ۱۴۔ مولانا منور حسین۔ ۱۵۔ مولانا داغظ الدین
- ۱۶۔ مولانا عبدالرشید۔ ۱۷۔ مولانا شاہ غلام محمد بہاری۔ ۱۸۔ مولانا حکیم عزیز غوث۔ ۱۹۔ مولانا نواب مرزا۔

اسلام دشمن کردار، قدیم اقدار سے نفرت اور جدید تہذیب سے محبت — یہ سب کچھ آپ کے سامنے تھا۔ اس پر آپ کا دل تلملایا، تڑپا۔ مسلمانوں کو نامسلمان بنانے کی مذموم کوششوں کا آپ نے بغور جائزہ لیا۔

اپنے خاندانی علمی پس منظر کے علاوہ امام احمد رضا قدس سرہ کی اپنی تمام زندگی عملی و علمی مسائل اور ان کے حل سے متعلق گزری اور پھر بقول علامہ اقبال — ”وہ بڑی سوچ بچار اور غور و فکر کے بعد اپنی رائے قائم کرتے ہیں۔ اس طرح انہیں اپنی رائے تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی“ — دیگر حیثیات کے علاوہ امام احمد رضا قدس سرہ ایک معلم تھے۔ ایک مفکر تھے، ایک مجدد تھے۔ ہندوستان کے در آخر میں اتنی ہمہ گیر صفات و جہات کا مالک اور بصیرت نامہ رکھنے والا مفکر بہت کم ہی دیکھنے میں آیا۔ وہ اس طبیب کی طرح قوم کا علاج کرتا رہا۔ جو اسل مرض کی تشخیص کے بعد ہی بنیادی علاج کرتا ہو۔ اس طرح اگرچہ یہ علاج دیر طلب ہوتا ہے مگر مؤثر اور دیر پا ہوتا ہے۔

ان حیثیات کی موجودگی میں امام احمد رضا قدس سرہ کا کہا ہوا ”اس قابل ہے کہ سنا جائے، پڑھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔“

امام احمد رضا قدس سره العزيز

کا

منظرہ تعلیم

الارشاد

- ۱۔ افہام و تفہیم اور تقریب مفہوم کی غرض سے ہم امام احمد رضا قدس سرہ کے نظریہ تعلیم کو چند عنوانات کے تحت درج کرتے ہیں۔ عنوانات کا انتخاب ہم نے کیا ہے مختلف عنوانات سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ان عنوانات میں تضاد یا تخالف ہے۔ یہ عنوانات آپ کے نظریہ تعلیم کو مختلف پہلوؤں سے دیکھنے کی ایک ادنیٰ گوشش ہے۔
- ۲۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے تعلیم سے متعلق جن نظریات کا اظہار کیا ہے۔ ان میں سے اکثر کو آیات و احادیث یا کلمات علماء سے مؤید کیا ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کا کمال علمی اور پھر بے نفسی ملاحظہ ہو کہ کسی بات کو اپنی طرف منسوب کرنے کے بجائے اکابر علماء کا حوالہ دیتے ہیں۔ یہ حوالہ جات درحقیقت آپ ہی کے پسندیدہ نظریات ہیں۔

۱۔ نظریہ مرکزیت

تمام علوم خواہ وہ علوم قدیمہ ہوں یا علوم جدیدہ، ان کا مقصد دین کا فہم حاصل کرنا ہو۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک تمام علوم کی تعلیم اسی غرض سے ہونی چاہیے قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر سے دین فہمی کا مفہوم تو ظاہر ہے۔ اسی طرح طبیعات اور ارضیات سے پانی اور مٹی کی ماہیت و کیفیت اور احوال معلوم کئے جائیں تاکہ بدن، لباس، جائے سجدہ کی طہارت کے مسائل فقہیہ معلوم ہو سکیں۔ علم ریاضی سے فرائض و میراث اور پانی کی قلت و کثرت کے مسائل کا استخراج ہو سکے۔ علم توحیت کو نماز، روزہ، حج وغیرہ کے اوقات متعین کرنے کے لئے استعمال کیا جائے۔ علم مناظر و مراہب سے رویت ہلال اور علم کیمیا سے اشیاء کی قلب ماہیت وغیرہ کی پہچان کی جائے۔

نظریہ مرکزیت کو سمجھنے کے لئے امام احمد رضا قدس سرہ کی تصانیف و تالیفات کی ایک ایک سطر شاہد عادل ہے۔ ہم صرف چند اقتباسات پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ واشتغالی بالہیاء والہندسة والزیج واللوغارثمات وفتون
الریاضی لیس لیکون فیہ اریٹاضی بل انما التوجہ ترویجا
للقلب علی جہة التقکہ نعم ربما اقصدها لعلم التاقیت
وتحدید الاوقات نفعا للمسلمین فی الصوم والصلوات
ترجمہ: علم ہیئت، ہندسہ، زیج، لوگارثمات اور فنون ریاضی میں میری مشغولیت حصول مہارت
کے لئے نہیں ہوتی۔ بلکہ محض تفریح طبع کے طور پر ہوا کرتی ہے۔ ہاں بعض دفعہ روزہ
اور نماز کے اوقات کی تحدید کے لئے اور مسلمانوں کے فائدہ کی خاطر نظام الاوقات مرتب
کرنے کے لئے فنون مذکورہ کی جانب بالقصد متوجہ ہوتا ہوں۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک وہ کون سا علم ہے، جس کو دین فہمی کے لئے خادم
نہ بنایا جاسکتا ہو۔ خود فرماتے ہیں۔

”اسی طرح بہت سے اجزائے حکمت مثلاً ریاضی، ہندسہ و حساب، جبر و مقابلہ، اریٹامیقی،
سیاحت و مرایا و مناظر و جرنقیل و علم مثلث کردی و مثلث مسطح و سیاست مدن و تدبیر
منزل و مکائد حروب و فراست و طب و تشریح و بیطرہ و بیزرہ و علم زیجات و اسطرلاب
و آلات رصدیہ و مواقیب و معاون و نباتات و حیوانات و کائنات الجو و جغرافیہ وغیرہ
بھی شریعت مطہرہ سے مضادات نہیں رکھتے۔ بلکہ اون میں بعض بلا واسطہ اور بالواسطہ امور دنیویہ
میں نافع و معین اور بعض دیگر دنیا میں بکار آمد ہیں۔ اگرچہ مقاصد اصلیہ کے سوا حاجت
سے زیادہ کسی شے میں تو غل فضول و بے ہودگی ہے۔“

ومن حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ

خصوصاً علم طب کا مفید و محمود و محتاج الیہ ہونا تو ظاہر، یونہی فرائض کے لئے ضروری
حساب اور ہمیں معرفت صحیحہ اوقات طلوع فجر کا ذب و صادق و شمس و صبحہ کبریٰ و استواء

سے الاجازات المتینة لعلماء بکة والمدینة، مشولہ رسائل رضویہ جلد دوم، ناشر مکتبہ حامدیہ، لاہور بار اول ۱۹۷۶ء

و ظل ثانی، غایتہ الارتفاع و مثل اول و ثانی و غروب شمس و شفق احمد و ابیض کہ نماز و سحری و افطار و غیرہ امور دینیہ و مسائل شرعیہ میں اول کی سخت حاجت عامہ کو بروجہ تحقیق بقدر قدرت بشری بے علم زیجات یا اللہ! در یہ نامتصور۔ ان کی ناواقفی سے بہت سے لوگ غلطیوں میں مبتلا رہتے ہیں۔“ ۳۷

امام احمد رضا قدس سرہ کی وضاحت و صراحت کی موجودگی میں کون سا مذہب جس سے خدمت دین نہیں لی جاسکتی۔ یا انسان کی حاجات، صلیبہ حقیقیہ میں مشید نہیں۔ نہ مہر کہ معلوم کی دینی و دنیوی خالوں میں تقسیم کب ہوئی؟ ہاں اس کا ایک نتیجہ ضرور نکلا کہ وہ علوم حسنی کی تعلیم میں دین فہمی کی خدمت نہ لی جائے۔ وہ یقیناً اس قابل ہیں کہ ان کی تعلیم سے منع کیا جائے۔ وہ معلوم باعث تفسیح اذقات ہیں مسلمان جب تک علوم کو ان اغراض صحیحہ کے لئے حاصل کرتے رہتے ہیں۔ آخرت میں سرخوردہ ہے اور جب مسلمانوں نے اپنی تعلیم میں ان اغراض صحیحہ اور مقاصد حقیقیہ کو خارج کر دیا ہے۔ تب سے پستی میں ہیں۔ اگرچہ جملہ علوم و فنون کی تعلیم عام ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک مسلمانوں کا احترام اور وقار تعلیم میں ان اغراض صحیحہ کو نصب العین بنانے کی بنا پر تھا۔ علم دین کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

”سب سے زیادہ، سب کی جان، سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رستی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا۔ چار دانگ عالم میں ان کی ہمیت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا اور اسی کے چھوڑنے سے کپلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، وَاِحْوَالٌ وَاِقْوۃُ اللّٰہِ بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ“ ۳۸

دینی اور دنیوی تعلیم کی تقسیم کی موجودگی میں یہ تصور کتنا عجیب اور بعید معلوم ہوتا ہے۔ (مگر ہے حقیقت) کہ دنیوی علوم کی تحصیل اگر حسن نیت کے ساتھ اور مقاصد صحیحہ کے لئے کر دے وہی تعلیم

۳۷ فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، مطبوعہ بیپور ضلع پبلی بحیثیت (انڈیا) ص ۸۱ - ۸۳

۳۸ مکتوب امام احمد رضا ہانگ الحاج اعلیٰ خان، کلکتہ۔ محرمہ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مندرجہ تیار است

صدرالافتاح از مولانا سید غلام معین الدین نعیمی مطبوعہ لاہور (بار دوم) ص ۱۵۹

دینی بن جائے گی۔ حُسنِ نیت سے بے شمار احکام بدل جاتے ہیں۔ اچھا بھلا کام نیت بدلنے سے ناسخود بن جاتا ہے۔ لِكُلِّ اٰسْرِیٍّ مٰنٰوٰی اور انما الاعمال بالنیات احادیث کا شانِ درود یہی سبق دیتا ہے۔

اب ذرا دوسرے پہلو سے دیکھیں۔ عامتہ الناس کے ذہن کی سطح پر اثر کر امام احمد رضا قدس سرہ نے مسلمانوں کی ترقی کے لئے ہدایت فرمائی۔ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء کو تدبیر فلاح و نجات و اصلاح کتاب میں چار نکاتی پروگرام پیش کیا جس میں مسلمانوں کو ہدایت کی۔

”علم دین کی ترویج و اشاعت کریں۔“ ۳

۱۱۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۹ھ / ۲۰ جنوری ۱۹۲۱ء امام احمد رضا قدس سرہ کے وصال سے چند ماہ پیشتر مسجد بی بی جی، بریلی میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ شدید علالت و نقاہت کے باعث خود امام احمد رضا قدس سرہ اس میں شریک نہ ہو سکے۔ لیکن آپ نے ایک پیغام بھیجا جو وہاں جلسہ میں پڑھ کر سنایا گیا اس میں بھی آپ نے اصلاح احوال کی انہی تجاویز کا اعادہ فرما کر زور دیا جو تدبیر فلاح و نجات و اصلاح میں آپ نے اس سے پہلے بیان کی تھیں۔ ملاحظہ ہو۔

”آٹھ برس ہوئے جب اس جنگ کا نام و گمان بھی نہ تھا۔ فقیر نے فلاحِ مسلمین کے لئے چار تدبیریں شائع کی تھیں۔ امید ہے کہ ان پر غور فرما کر ان کے اجراء میں سعی کریں گے۔“ وباللہ التوفیق والسلام“ ۴

امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک تمام اصنافِ علوم کی تعلیم کا مقصد مدعا دینِ فہمی، اور اللہ جل و علا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر چلنا ہے۔ تعلیم اگر خدارسی اور رسول شناسی میں

۴۔ اخبار دہلیہ سکندری، رامپور جلد ۲۹، نمبر ۱، ۱۳۳۱ھ۔

ب۔ ماہنامہ السواد الاعظم، مراد آباد جلد ۲، نمبر ۱۔ ۱۳۳۹ھ۔

ج۔ حیات صدر الافاضل از مولانا سید غلام معین الدین۔ مطبوعہ لاہور ص ۱۵۵

۵۔ دوامخ الحمیر، مطبوعہ بریلی (بار اول ۱۳۲۰ھ) ص ۲۷

نوٹ: تدبیر فلاح و نجات و اصلاح کی چاروں تجاویز کی بنا پر پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی نے ایک تحقیقی مقالہ فاضل بریلوی کے معاشی نکات لکھا جس میں پروفیسر موصوف نے جدید معاشیات کے میدان میں امام احمد رضا قدس سرہ کی اولیت و اہمیت ثابت کی ہے۔ فقیر قادری عنی مد

معاون نہیں تو بے کار محض اور تضيع اوقات ہے۔

ہمارے جامعات اور کليات کے نصاب میں یہ کتنی زبردست کمی اور خامی ہے۔ غیروں کی تقلید میں ہم نے علوم جدیدہ کی تعلیم کا انتظام تو کر دیا ہے مگر ان کی تعلیم میں سرے سے اللہ فاعل و مختار کا ذکر ہی غائب کر دیا گیا ہے۔ اس طرح تعلیم دی جا رہی ہے کہ طالب علم یہی سمجھ بیٹھتا ہے کہ فلاں فلاں اشیاء سے فلاں مرکب بنتا ہے۔ فلاں شے کی اگر تحلیل کی جائے تو یہ اجزاء ملیں گے۔ "THERE IS A NATURE"

کے تصور نے ہماری تعلیم سے خدا کا تصور غائب کر دیا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ ان سائنسی علوم کی تحصیل کے بعد نوجوان خدا سے بے گانہ اور دین سے بے بہرہ رہتا ہے۔ اس کی کاوشیں صرف ماہیت اشیاء معلوم کرنے تک رہتی ہے۔ خالق ماہیت سے وہ عاری رہتا ہے۔ علوم جدیدہ ہوں یا قدیمہ، میں اگر نیچر کی جگہ اللہ جل مجدہ کا اضافہ کر دیا جائے تو طلبہ کے فکر و نظر میں حیرت انگیز انقلاب آسکتا ہے۔

۲۔ نظریۂ افادیت

علوم اپنے انواع و اقسام کی کثرت کے باعث اس قدر کثیر ہیں کہ عام آدمی، جس کی زندگی قلیل ہے، تمام علوم کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لئے ضروری ہے وہ مفید علوم کی تحصیل کرے۔ اگر وقت ساتھ دے تو دوسرے علوم واقفیت کی غرض سے پڑھ سکتا ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک نصاب میں وہ علوم شامل کئے جائیں جو دین و دنیا میں مفید ہوں۔ دین فہمی میں معین و معاون ہوں۔ ان کے نزدیک معیار افادیت یہی ہے۔ حضور نبی اکرم معلم اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ رواہ ابن ماجہ عن جابر رضی اللہ عنہ

ترجمہ: میں ایسے علم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک وہ علوم جو صرف دنیوی مقاصد میں مفید ہوں۔ ان

کی تعلیم بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ غیر شرعی تصورات سے منزہ ہوں

اشعریں ہے.....
 ہرچہ قال اللہ نے قال الرسول فضله باشد فضله فی خواں اے فضول
 سے کل العلوم سوی القرآن مشغلة + الاحادیث و الفقه فی الدین سے
 (ب) منطق، فلسفہ اور دیگر علوم قدیمہ کی تعلیم کے جواز و عدم جواز کی بحث کے دوران امام
 احمد رضا قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں۔

”نفس منطق کہ ایک علم آلی و خادوم علم اعلیٰ الاعالیٰ ہے۔ اس کے اصل مسائل یعنی مباحث
 خمس و قول شارح و تقاسیم قضایا و تناقض و عکوس و صناعات خمس کے تعلم میں اصلاً کوئی
 حرج شرعی نہیں نہ یہ مسائل شرع مطہر سے کچھ مخالفت رکھیں۔ بیان کرنے والے دائمہ کی
 مثال میں کُل شیء معلوم اللہ تعالیٰ دائمہ کی جگہ کل فلک متحرک دائمہ لکھیں تو یہ ان کی تفسیر
 ہے۔ منطق کا تصور نہیں، ائمہ مؤیدین بنور اللہ المبین اپنی سلامت فطرت عالیہ کے باعث
 اس کی عبارات و اصلاحات سے مستغنی تھے۔ تو ان کے غیر بے شک ان قواعد کی حاجت
 رکھتے ہیں جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو صرف ذنحو و معانی و بیان و غیرہ علوم کی
 احتیاج نہ تھی کہ یہ ان کے اصل سلیقہ میں موزن تھے۔ اس سے ان کے غیر کا انتقال منتفی
 نہیں ہوتا۔ لہذا امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی نے فرمایا من لم یعرف
 المنطق فلا ثقة له فی العلوم اصلاً سے بہت ائمہ کرام نے اس سے اشتغال
 رکھا۔ بلکہ اس میں تعانیف فرمائیں۔ بلکہ اسفار و نیبہ مثل کتب اصول فقہ و اصول دین
 کا مقدمہ بنایا۔ ردالمحتار میں ہے۔

اما منطق الاسلامیین الذی مقدماتہ قواعد اسلامیۃ
 فلا وجہ للقول بحرمته بل سماہ الغزالی معیار العلوم

۳۷ فتاویٰ رضویہ، معنیہ امام احمد رضا قدس سرہ، جلد دہم، مطبوعہ بیسمل پور (بھارت) ص ۱۶-۱۷
 نوٹ: ترجمہ شریف شیخ عبدالحق محدث دہلوی؛ قال اللہ و قال الرسول کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب فضلہ ہے۔

فضولی تو فضول علم پڑھو۔ ہاں!

ترجمہ شعرا ام شافعی؛ قرآن، حدیث اور فقہ فی الدین کے سوا تمام علوم ایک بے کار مشغلہ ہیں۔

۳۸ ترجمہ: جو منطق نہیں جانتا اسے علوم میں پختگی حاصل نہیں ہوتی۔

وقد الف فيه علماء الاسلام ومنهم المحقق ابن الهمام فانه
اتي منه بيان معظم مطالبه في مقدمة كتابه التخرير الاصولي
ہاں علم آلی سے بقدر آلیت اشتعال چاہیے۔ اس میں منہمک ہو جانے والا سفیہ جاہل اور
مقاصد اصلیه سے محروم و غافل ہے۔“ ۷۱

ج :- بعض علماء نے منطق فلسفہ وغیرہ علوم عقلیہ کی تعلیم سے منع فرمایا۔ خود امام احمد رضا قدس سرہ
نے بھی بعض مقامات پر اس کی تصریح کی ہے۔ آپ کی درج ذیل عبارت، ”فلسفہ تو حرام و
مضر اسلام ہے۔ اس میں منہمک رہنے والا لقب اجہل، جاہل اجہل بلکہ اس سے زائد کا
مستحق ہے۔“ ۷۲

گزشتہ مباحث میں گزر چکی ہے۔ بادی النظر میں اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ بعض علوم
کی تعلیم تاروا ہے۔ حالانکہ بعض عبارات ائمہ کرام اور خود امام احمد رضا قدس سرہ سے یہ
روشن ہے کہ فلسفہ و منطق کی تعلیم نہ صرف جائز ہے۔ بلکہ یہ علوم بقیہ علوم کے لئے بمنزلہ
معیار العلوم ہیں۔ اس عقیدہ کو امام احمد رضا قدس سرہ نے نفیس بحث کے بعد حل کیا ہے۔
مولوی کریم رضوانے گنج گیا (انڈیا) سے ۳۰ شوال ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۲ء کو دو سوالات
پر مشتمل ایک استفتاء امام احمد رضا قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا۔ استفتاء کے سوالات کا
خلاصہ یہ ہے۔

۷۳ ترجمہ: مسلمانوں کی منطق کہ جس کے مقدمات قواعد شرعیہ ہیں۔ اس کی حرمت کے قول کا کوئی جواز نہیں۔ بلکہ امام غزالی
نے اسے معیار العلوم کہا ہے۔ علماء اسلام نے اس فن میں تصانیف کی ہیں۔ انہی میں سے محقق ابن ہمام ہیں کہ
انہوں نے اپنی کتاب التخریر الاصولی کے مقدمہ میں اس فن کے عظیم مباحث کو بیان کیا ہے۔

۷۴ فتاویٰ رضویہ جلد دہم، مطبوعہ بیلیور ضلع پبلی بھیت (مبھارت) ص ۸۱۔

۷۵ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ ص ۱۷۔

۷۶ مولوی ابوالحسنات ندوی سابق رفیق دار المصنفین نے درس نظامی کی خوبیوں کو یوں بیان کیا ہے۔
”اس نصاب کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ طالب علموں میں امعان نظر اور قوت مطالعہ پیدا کرنے کا
اس میں بہت لحاظ رکھا گیا ہے اور جس کسی نے تحقیق سے پڑھا ہو تو گو اس کو مغا بعد ختم تعلیم کسی مخصوص
باقی صفحہ ۶۳ پر

فاقول وباللہ التوفیق انصافاً ان کی تعلیم و تعلم رہبر مہلک و نارمحرق ہے۔ مگر
 بچند شرائط اولاً انہماک فلسفیات و توغل مزخرفات نے معلم کے نور قلب کو منطفی اور
 سلامت عقلی کو منتفی نہ کر دیا ہو کہ ایسے شخص پر خود ان علوم ملعونہ سے یک لخت دامن
 کشتی فرض اور اس کی تعلیم سے ضرر اشد کی توقع۔ ثانیاً وہ عقائد حقہ اسلامیہ سنیہ سے
 بروجہ کمال واقف و ماہر اور اثبات حق و ازہاق باطل پر بعونہ تعالیٰ قادر ہو، ورنہ قلوب
 طلبہ کا تحفظ نہ کر سکے گا۔ ثالثاً وہ اپنی اس قدرت کو بہ التزام تام ہر سبق کے ایسے محل و
 مقام پر استعمال بھی کرتا ہو۔ ہرگز کسی مسئلہ باطلہ پر آگے نہ چلنے دے۔ جب تک اس کا
 بطلان متعلم کے ذہن نشین نہ کر دے۔ غرض اس کی تعلیم کا رنگ وہ ہو جو حضرت
 بحر العلوم قدس سرہ الشریف کی تصانیف شریفہ کا رابعاً متعلم کو قبل تعلیم خوب جانچ لے
 پورا سستی صحیح العقیدہ ہے اور اس کے قلب میں فلسفہ ملعونہ کی عظمت و وقعت ممکن نہیں۔
 خامساً اس کا ذہن بھی سلیم اور طبع مستقیم دیکھ لے۔ بعض طبائع خواہی خواہی زیغ کی طرف
 جاتے ہیں۔ حق بات ان کے دلوں پر کم اثر کرتی اور جھوٹی جلد پیر جاتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ وان یروا سبیل الرشدا لا یخذوا سبیلہ
 وان یروا سبیل الغی یخذوا سبیلہ بالجملہ گمراہ خیال یا مستعد ضلال
 کو اس کی تعلیم حرام قطعی ہے۔

سادساً معلم و متعلم کی نیت صالحہ ہو نہ اغراض فاسدہ
 سابقاً تنہا اسی پر قانع نہ ہو۔ بلکہ دینیات کے ساتھ ان کا سبق ہو کہ اس کی ظلمت
 اُس کے نور سے متجلی ہوتی رہے۔

ان شرائط کے لحاظ کے ساتھ بعونہ تعالیٰ تشہید اذہان ہوگی۔ ضلالت فلسفہ کے رو پر قدرت
 ملے گی۔ بہت بد مذہب کہ مناظرات میں کفارِ فلاسفہ کا دامن پکڑتے ہیں۔ ان کی دماغ شکنی
 ہو سکے گی۔ انہیں اغراض سے درسِ نظامی میں یہ کتب رکھی گئی تھیں کہ اب شدہ شدہ از کجا
 نوبت پہنچی۔ یہاں تک کہ بہت حمقاء کے نزدیک یہی جہالات باطلہ علوم مقصودہ قرار پا گئیں۔

ان کلمات سے امام احمد رضا قدس سرہ کا علوم عقلیہ کی تعلیم کا منظر یہ کھل کر سامنے آ گیا بلکہ اگر مندرجہ بالا شرائط کی پابندی کی جائے تو دنیا کے تمام علوم کی تعلیم امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک جائز ہے۔ ذرا ماضی کی طرف جھانکئے۔ برصغیر پر غیر ملکی تسلط سے اسلامی و دینی تعلیم میں کس قدر انحطاط آ گیا تھا۔ غیر ملکی صاحبان اقتدار نے اپنے اغراض فاسدہ کی خاطر انگریزی زبان کی تعلیم اس لئے رائج کی کہ یہاں کے لوگ انگریزی تعلیم اپنائیں۔ اس میں انہیں یہاں تک کامیابی ہوئی کہ آج غیر ملکی تسلط کے زوال کے باوجود مغربی تہذیب کو ہمارے نوجوانوں اور بڑھوں نے سینے سے لگا رکھا ہے۔ اس ابتدائی دور میں درو مند حضرات نے پیش بندی کی خاطر انگریزی زبان کی تعلیم کی مخالفت کی۔ خود امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا۔

”انگریزی اور وہ بے سود و تضييع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین، دنیا میں بھی نہیں پڑتا۔ اس لئے صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے این دآن و مہلات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو۔ وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا...“ لے مگر اس کے باوجود دیگر علوم و فنون اور ادب کی طرح انگریزی زبان کی تدریس و تعلیم کے مجوز و قائل ہیں۔ بلکہ اگر اسے اغراض دینیہ کے لئے تعلیم کیا جائے تو باعث ثواب بھی۔ مولانا کریم رضا کے استفتا میں آپ نے جو شرائط پیش کیں۔ ان کی موجودگی میں انگریزی تو کیا ہر علم کی تعلیم و تدریس جائز ہے۔ مگر ہم خاص اس بار سے میں امام احمد رضا قدس سرہ کی عبارت پیش کرتے ہیں۔

”ذی علم مسلمان اگر بہ نیت رونیاری انگریزی پڑھے اجر پائے گا اور دنیا کے لئے صرف زبان سیکھنے یا حساب، اقلیدس، جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں بشرطیکہ ہمہ تن اس میں مصروف ہو کر اپنے دین و علم سے غافل نہ ہو جائے۔ ورنہ جو چیز اپنا دین و علم بقتدر

لے انگریزی تعلیم اس لئے حاصل کی جاتی تھی کہ دین نہ سہی، دنیا میں کام آنے کی۔ لیکن واقعات نے ان

خیالات کی تائید نہیں کی۔ فقیر قادری عفی عنہ

”الْحجَّةُ الْمُؤْتَمَنَةُ فِي آيَةِ الْمُتَحَنِّنِ“ مصنفہ امام احمد رضا مشہورہ رسائل رضویہ جلد دوم

مطبوعہ مکتبہ حامد بیہ لاہور (بار اول) ص ۹۳۔

فرض کیجئے میں مانع آئے حرام ہے۔ اسی طرح وہ کتابیں جن میں نصاریٰ کے عقائد باطلہ مثل انکار وجود آسمان وغیرہ درج ہیں ان کا پڑھنا بھی روا نہیں“ ۱۲

خلاصہ کلام یہ ہے کہ افادیت کی خاطر تمام علوم، خواہ قدیمہ ہوں یا جدیدہ، عقلی ہوں یا نقلی کی تعلیم امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک جائز ہے۔

بالفاظ دیگر امام احمد رضا قدس سرہ افادیت کی خاطر علوم و فنون کی تعلیم و تدریس کے قائل ہیں۔ اگر تعلیم علوم میں نظریہ افادیت سے صرف نظر کر لی جائے تو وہ تعلیم بے سود تزییع اوقات ہے۔

د۔ بعض بزرگ تو علوم جدیدہ بالخصوص انگریزی زبان کے پاس جانا تک روا نہیں رکھتے اس کے برعکس امام احمد رضا قدس سرہ اگرچہ خود انگریزی زبان سے واقفیت تامہ تو نہیں رکھتے تھے تاہم دین فہمی اور تبلیغ و ارشاد کے لئے بوقت حاجت بقدر حاجت انگریزی زبان کا استعمال فرماتے۔

۱۹ مئی ۱۹۰۸ء کو رنگون سے ایک مستفتی محمد قادر غنی نے ایک استفتاء بزبان انگریزی آپ کی خدمت میں روانہ فرمایا۔ آپ نے اس کا جواب انگریزی میں لکھوایا اور ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء کو روانہ فرمایا ۱۳

اس استفتاء اور فتویٰ کی نقل ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد ظلمہ کی معرفت معارف رضا، مطبوعہ کراچی (۱۴۰۱ھ) میں شائع ہو چکی ہے۔

(۵) فلسفہ قدیمہ کے بعض ادہام باطلہ کا رد فرماتے ہوئے منطقہ البروج

OF THE EARTH اور OF THE SUN

۱۲ فتاویٰ رضویہ جلد دہم - ص ۹۹

۱۳ امام احمد رضا قدس سرہ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جس طرز پر سوالی آتا اسی طرز پر جواب لکھتے۔ اردو استفتاء کا جواب اردو میں، فارسی کا فارسی میں، عربی کا عربی میں، انگریزی کا انگریزی میں، یہاں تک کہ نشر استفتاء کا جواب نشر میں منظم کا نظم میں، فتویٰ رضویہ کے متعدد مقامات پر ایسی مثالیں موجود ہیں۔ فقیر قادری عفی عنہ۔

کی انگریزی اصطلاحات بطور وضاحت استعمال فرمائیں۔ کلمہ

(۱) ارباب "ندوة العلماء" نے انگریزی کی وفاداری کے اظہار کے لئے انگریزی علوم کے ساتھ

جب انگریزی تہذیب کو اپنایا تو امام احمد رضا قدس سرہ نے بطور تنقید چند نظمیں لکھیں جن میں انگریزی الفاظ کو بطور طنز استعمال فرمایا۔ مصاصم حسن کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

نیچر باں راست خدا در کمنہ	نیچر و قانون ورا پائے بند
سہر تو اند کہ زنجیر کشد	خط بخدا کش سنیچر کشد
کیست سنیچر سی وایس آئی ست	گول بکول آمدہ نیچر پرست
چوں شدہ استارہ ہند آں دغل	نخس و بند آمدہ ہمچوں زحل
عرش و فلک جن و ملک حشر تن	نار و جنال جملہ غلط کرد و وطن
کیست نبی پر دل پر جوش گو	وحی چہ باشد سخن جوش او
برزہ برہم ہمہ از اصل و فرع	دین نو آورد و نو آورد شرع
ریش حرام است و دم فرق فرض	حج سوئے انگلنڈ بود قطع ارض
گفت بیا قوم شنو قوم من	ہیں سوئے اعزاز بدو قوم من
ذلت تاں دین مسلمانی ست	وائے بر آکس کہ نہ نهرانی ست ۱۵

مشرقستان اقدس میں امام احمد رضا نے جو نظم لکھی اس میں انگریزی الفاظ کا استعمال

ملاحظہ ہو۔

ندویاں کیں جلوہ در اسپچ و لکچر می کنند	چوں بہ سنت می رسند آں کار دیگرمی کنند
گہ روافض را بہ سر بر تاج لطف اللہ نہند	گم لپوادر را بہ تخت بر عالماں بر می کنند
نخت درخت تخت دیں میں جلوہ با صدر شہراں، پاڈری و سکاٹ با مسٹر براڈرمی کنند	
مفت مفتی یافت این عزت کہ اوراہم نشین	با اماں حج و جنٹ و کلکٹرمی کنند

۱۴۲ کے الکلمة الملہمة مصنف امام احمد رضا، ص ۹۵

۱۵۵ الحجۃ المؤمنۃ فی آیۃ المستحیة، مصنف امام احمد رضا، مشمولہ رسائل رضویہ جلد دوم، ص ۱۴۲-۱۴۳

سازوناز عالماں ہیں نظم بزم دیں بدیں میزوا سیٹج و ٹکٹ ہال و کلب گھرمی کنند
 زیں سگالشہاچہ نالشہا کہ خود ایں سرکشان داور دا دار برٹش گورنرمی کنند ۱۹۱۳ء
 (ذ) افادیت کے اعتبار سے امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک تعلیم و تعلم میں مذہب
 حق سے آگاہی، باقی علوم کی تعلیم سے مقدم ہے۔ ضروریات دین کی تعلیم کے بعد ہی
 دیگر علوم کی تعلیم شرائط مذکورہ کے ساتھ جائز ہے۔

۱۲ شعبان ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۶ء کو سید حافظ وحید الدین نے موضع اٹنگ چاند پور
 پرگنہ نواب پور گنج (انڈیا) سے ایک استفتاء بریلی پیش کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس علاقہ
 میں ایک مدرسہ قدیم سے جاری ہے جس میں علم دین مثل حفظ قرآن و ناظرہ و ضروریات
 دین و دینی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ایک فریق نے گورنمنٹ سے درخواست کر کے سرکاری
 مدرسہ جاری کروایا ہے۔ اس میں جس قسم کی تعلیم ہوگی ظاہر ہے۔ دونوں مدرسوں اور مدرسین
 کا کیا حکم ہے۔ اس استفتاء کے جواب میں جو کچھ امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا ملاحظہ کیجئے
 آپ کو نظر یہ افادیت سمجھنے میں کوئی دشواری نہ رہے گی۔ آپ ہی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

”علم دین سیکھنا اس قدر کہ مذہب حق سے آگاہ ہو۔ وضو، غسل، نماز، روزے وغیرہ
 ضروریات کے احکام سے مطلع ہو، تاجر تجارت، مزارع زراعت، اجیر اجارے،
 غرض ہر شخص جس حالت میں ہے۔ اس کے متعلق احکام شریعت سے واقف ہو۔ فرض
 عین ہے۔ جب تک یہ حاصل نہ کرے۔ جغرافیہ تاریخ وغیرہ میں وقت ضائع کرنا جائز
 نہیں۔ حدیث میں ہے۔

طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة۔ جو فرض چھوڑ کر نفل
 میں مشغول ہو اس کی سخت برائی آئی اور اس کا وہ نیک کام مرود قرار پایا کما بینا
 فی الزکوٰۃ من فتاویٰ ما نہ کہ فرض چھوڑ کر فضولیات میں وقت گنوانا۔ غرض یہ

۱۹۱۳ء ایضاً ص ۱۴۳ نوٹ۔ ان نظموں کا انداز کتنے واضح انداز میں اس بہتان کی تردید کر رہا ہے کہ

امام احمد رضا بریلوی انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔ مزید تفصیل کے ملاحظہ ہو۔ گناہ بے گناہی

مصنفہ پروفیسر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ لاہور

علوم ضروریہ تو ضرور مقدم ہیں اور ان سے غافل ہو کر ریاضی، ہندسہ، طبیعیات، فلسفہ یا دیگر خرافات و دوسوسہ پڑھانے میں مشغولی بلاشبہ متعلم و مدرس دونوں کے لئے حرام ہے اور ان ضروریات سے فراغ کے بعد پورا علم دین، فقہ، حدیث، تفسیر عربی زبان اس کی صرف و نحو، معانی، بیان، لغت، ادب وغیرہ آلات علوم دینیہ بطور آلات سیکھنا سکھانا فرض کفایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين سبى علوم علم دین ہیں اور انہی کے پڑھنے پڑھانے میں ثواب اور ان کے سوا کوئی فن یا زبان کچھ کارِ ثواب نہیں۔ ہاں جو شخص ضروریات دین مذکورہ سے فراغ پا کر اقلیدس، حساب، مساحت، جغرافیہ وغیرہ یا وہ فنون پڑھے۔ جن میں کوئی امر مخالف شرعی نہیں تو ایک مباح کام ہوگا جب کہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے۔ ورنہ

مبادا دل آں فرومایہ شاد کہ از بہر دنیا وہد دیں بسباد کلاہ

امام احمد رضا قدس سرہ کی تعلیمات کے مطابق ۱۔

- ۱۔ سب سے پہلے علم دین بقدر کفایت کی تعلیم ضروری ہے۔
- ۲۔ اس کے بعد ایک جماعت تفصیلی طور پر علوم دینیہ مثل حدیث تفسیر فقہ وغیرہ کی تحصیل میں مشغول ہو۔
- ۳۔ بقیہ افراد امت کے لئے مباح نہ ہے کہ وہ علوم جو دنیوی امور میں کار آمد اور مفید ہوں، حاصل کریں ایسا کرنا ان کے لئے مباح ہے۔
- ۴۔ بغرض تحقیق و تردید فرق باطلہ و اہام نااطلہ ان علوم کی تحصیل جائز ہے۔ جن کی تحصیل و تعلیم سے عموماً علماء روکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان شرائط کا لحاظ رکھا جائے جن کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

(ح)۔ آج کے اس مادرِ پدرِ آزاد ماحول میں رومانی غزلیات اور جذبات معاشرہ پر مشتمل کتب پڑھنا پڑھانا معیوب تصور نہیں کیا جاتا نتیجہ سامنے ہے کہ نوجوانوں حتیٰ کہ بوجھوں کی

آنکھوں سے حیا غائب ہے۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الحسبنا من الایمان۔ امام احمد رضا قدس سرہ ایمان کی حفاظت اور حیا کی محافظت کی خاطر فضولیات و ہزلیات کی تعلیم و تعلم کے سخت مخالف ہیں۔ بچے کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں فرماتے ہیں۔

”ہرگز ہرگز بہار دانش، مینا بازار، مثنوی غنیمت وغیرہ کتب عشقیہ و غزلیات فسقیہ دیکھنے نہ دے کہ نرم لکڑی جلدھر جھکائے جھک جاتی ہے“ ۱۷

نظریہ افادیت سے آنکھیں بند کر کے ہمارے جامعات و کلیات نیر سکولوں کے نصاب میں ایسے علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی ہے جو نہ دین میں کارآمد ہیں اور دنیا میں معین امام احمد رضا قدس سرہ کی تعلیمات کے مطابق اگر مضامین کی ترتیب رکھی جائے ابتدائی اور بنیادی ضروریات دینیہ کی تعلیم کے بعد ہی دیگر مضامین کی تعلیم دی جائے اور ان میں بھی مقصدیت کو پیش رکھا جائے۔ غیر مفید علوم کو نصاب سے خارج کر دیا جائے تو ہمارے فارغ ہونے والے نوجوان مسلمان رہیں۔ ان کی عمر عزیزہ کا کوئی لمحہ غیر مفید علوم کی تحصیل میں ضائع نہ ہو اور قومی سپانے پر ناقابل تلافی نقصان سے بچ جائیں۔

۱۷۔ اے راہ روپشتت بمنزل ہمدان

نظریہ حکمت

: ۳

امام احمد رضا قدس سرہ کا علوم عقلیہ، سائنس، فلسفہ، منطق، نجوم، ہیئت وغیرہا کی تعلیم کے بارے میں نظریہ یہ ہے کہ ان علوم کو آیات قرآنی و احادیث نبوی کی روشنی میں پرکھا جائے نہ کہ آیات و احادیث کو سائنسی اصولوں اور فلسفہ و منطق وغیرہا کے ذہنی نظریات کی روشنی میں معیارِ حق و صداقت اللہ اور رسول جیل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرامین ہیں۔

علوم عقلیہ میں نظریات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ ان علوم کے مشاہدات اور اصول کبھی ایک جگہ قائم نہیں رہتے۔ اگر قرآنی آیات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو ان تبدیلی پذیر اصولوں کی روشنی میں جانچا اور پرکھا جائے اور آیات و احادیث سے سائنسی مزعومہ اصولوں کی حقانیت ثابت کرنے کی روش اختیار کی جائے۔ تو لازم آئے گا کہ جب یہ مزعومہ اصول بدل جائیں۔ قرآنی آیات و احادیث کی تکذیب کی جائے۔ اور یہ محال ہے۔ لہذا معیار صداقت قرآن و حدیث ہے نہ کہ فلسفہ و منطق اور سائنس۔

سر سید احمد خاں نے تفسیر القرآن میں یہی خطرناک روش اختیار کی حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے جو کچھ پایا قرآن و حدیث اور فضل الہی و کرم نبوی سے پایا۔ وہ قرآنی یقینیات پر سائنسی ظنیات کو فوقیت نہ دیتے تھے۔

یہ تو ابھی آپ نے سنا کہ سائنس سمیت تمام علوم عقلیہ ترقی پذیر ہیں اور ترقی پذیر شے مکمل نہیں ہوتی قرآنی آیات و احادیث مکمل اور غیر متبدل ہیں۔ ناکمل کو تو مکمل کی روشنی میں جانچا جاسکتا ہے۔ مگر مکمل کو ناکمل پر پرکھنا جنون ہی ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں علوم قدیمہ از قسم منطق و فلسفہ اور علوم جدیدہ مثلاً سائنس وغیرہا ایک ہی حکم رکھتے ہیں۔ وہ تمام علوم کی حقانیت و صداقت آیات و احادیث کے غیر متبدل اصولوں پر پیش کر کے حق و باطل کی

نشان دہی کرتے ہیں۔ ۱۔

علوم عقلیہ قدیمہ کے جو نظریات اسلامی اصولوں سے متصادم تھے۔ ان کے بارے میں جا بجا صاف صاف بیان کیا۔ ان کی تردید میں مستقل رسائل تصنیف فرمائے۔ ان رسائل میں سے یہ مشہور اور اہم ہیں۔

الكلمة الملہمة فی الحكمة السحمة لوهاء فلسفة المشمة

۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء

فوزمیں در حرکت زمین ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء

نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء

معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء

قرآن و حدیث سے متصادم نظریات فلسفہ وغیرہ کے رد میں جو کچھ آپ نے فرمایا اس کے چند اقتباسات حاضر ہیں۔

(۱) "ہم نے تیس مقام ان (فلسفہ قدیمہ) کے رد میں لکھے۔ جن سے بعونہ تعالیٰ تمام فلسفہ قدیمہ کی نسبت روشن ہو گیا کہ فلسفہ جدیدہ کی طرح بازیچہ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔" ۲۔

(ب) فلسفہ قدیمہ کے بعض غلط نظریات کے بطلان پر امام احمد رضا قدس سرہ کی علمی گرفت ملاحظہ ہو۔

"فلک پر خرق و التیام جائز ہے فلسفی اسے محال کہتا ہے اور اس کے فضلہ خوارینچری وغیرہم اسی بنا پر معراج پاک کے منکر ہیں۔ ۳۔ طرفہ یہ کہ ایمان و کلمہ گوئی و تصدیق

۱۔ سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ "اعلیٰ حضرت نے کسی ایسے نظریے کو کبھی صحیح و

سلامت نہ رہنے دیا جو اسلامی تعلیمات سے متصادم رہے۔" مختصر حالات امام اہل سنت، مشمولہ

احکام شریعت مطبوعہ کراچی۔ س۔ ۴۔

۲۔ الكلمة الملہمة۔ مطبوعہ دہلی۔ ص ۵۔

۳۔ معراج جسمانی کا تازہ انکار کرنے والوں میں سر سید احمد خان اور ان کے متبعین ہیں۔

قرآن عظیم و ایمانِ قیامت کے مدعی ہیں۔ قرآن و قیامت پر ایمان، استحالہ خرق و التیام کے ساتھ کیوں کر جمع ہو اور جس میں بکثرت نصوص قاطعہ ہیں کہ روزِ قیامت آسمان پارہ پارہ ہو جائیں گے۔

وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ۝۱۰۰

(ج) قدیم فلسفہ میں الہیات اور طبیعیات کی بعض بحثیں قرآن و حدیث سے سراسر متصادم تھیں۔ ان بحثوں کی تدریس و تعلیم اس وقت تک ناروارہے گی۔ سب تک ان میں حق و باطل کا امتیاز نہ کر دیا جائے۔ ضلع ہزارہ سے ایک استفتاء امام احمد رضا قدس سرہ کی خدمت میں پیش ہوا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عالم سید استاد کے ایک شاگرد نے علوم فلسفہ و منطق وغیرہ پڑھ کر استاد سے برتری کا دعویٰ کر دیا ہے جو اب فتویٰ کی چند سطور آپ بھی ملاحظہ کریں۔

..... حالانکہ اس علوم فلاسفہ اعنی طبیعیات والہیات انہما کہ مملو و مشحون است از ضلالت شنیدہ و بطالات قطیعیہ تا آنکہ دروے انبار ہاست از کفر و شرک و انکار ضروریات دین و خردوار ہ از مضادات قرآن و محاورت فرمان انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔ وقد فصلنا بعضها عن قریب فی رسالۃ لنا سمیناھا مقام الحدید علی خد المنطق الحدید اقمنا فیھا الطامة الکبریٰ علی المتلورین من متفلسفی الزمان وباللہ التوفیق وعلیہ التکلن قطعاً از علوم محرمہ است۔ ۵

۱۰۰ کلمۃ الملہمة . ص ۴۰ -

۱۰۱ فتاویٰ رضویہ . جلد دہم . ص ۲۳ -

ترجمہ عبارت: فلاسفہ کے یہ علوم یعنی طبیعیات اور الہیات کہ گمراہیوں اور باطل باتوں سے پُر ہیں۔ ان میں کفر و شرک اور ضروریاتِ دین کے انبار ہیں۔ قرآن اور فرمانِ انبیاء سے متصادم نظریات کا ڈبیر ہیں ہم نے ان میں بعض کا ذکر اپنے رسالہ مقام الحدید علی خد المنطق الحدید میں کیا۔ اس میں ہم نے زمانہ زمانہ حال کے متفلسفین پر قیامت قائم کر دی ہے۔ قطعاً یہ علوم حرام ہیں۔

ایسے علوم محرمہ جن میں اسلامی تعلیمات کے خلاف نظریات ہوں کی تعلیم کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔

(د) اب ڈرائسٹس کی طرف آئیے۔ جدید سائنس کی یلغار سے بہت سے لوگ متاثر ہو کر قرآنی حقیقتوں کا انکار کر بیٹھے۔ وجود آسمان، فرشتہ، جنت، دوزخ وغیرہا کا انکار ان کے نزدیک جائز ہی نہیں۔ بلکہ ضروری ٹھہرا ہے۔ مرعوبیت کے اس دور میں امام احمد رضا قدس سرہ کی آواز اور پکار یہ تھی کہ قرآن کو مضبوطی سے پکڑو اور سائنس کو مسلمان بنا لو۔ انہی کے اپنے الفاظ سنئے۔

”قرآن عظیم کے وہی معنی لینے ہیں۔ جو صحابہ و تابعین و مفسرین معتمدین نے لئے۔ ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتا نصرانی سائنس میں ملے۔ مسلمانوں کو کیسے حلال ہو سکتا ہے؟“

(۵) اسلامیہ کالج لاہور کے سابق پرنسپل مشہور ماہر ریاضی ڈسائنس پروفیسر مولوی حاکم علی نقشبندی علیہ الرحمۃ نے ۱۳۳۹ھ / ۱۹۱۹ء میں سائنسی علوم کے بعض نظریات کے متعلق ایک استفتاء امام احمد رضا قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا اور یہ التجا کی۔

”غریب نواز! کرم فرما! میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر انشاء اللہ سائنس دانوں کو مسلمان کیا ہوا پائیں گے“

کسی غیر مسلم اور وہ بھی جدید تعلیم یافتہ کو مسلمان بنانے کا جذبہ کتنا قابل قدر ہے۔ اس

سے سرید نے انگریزوں کی وفاداری میں ان اشیاء اور اس کے علاوہ اور بہت سی مسلمہ حقیقتوں کا انکار کر دیا۔ اپنی تفسیر میں ان کی نئی تاویلات کیں۔ تفصیل کے ملاحظہ ہو۔
حیات جاوید، مصنفہ الطاف حسین عالی مطبوعہ علی گڑھ۔

۷۔ نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان۔ مصنفہ امام احمد رضا قدس سرہ۔ ص ۶۔

۸۔ پروفیسر مولوی حاکم علی کے حالات زندگی اور خدمات پر پروفیسر محمد صدیق نے بڑی محنت سے

حال ہی میں ایک کتاب مرتب کی ہے۔ اسے مکتبہ رضویہ لاہور نے ۱۹۸۳ء میں شائع کیا ہے۔

پر امام احمد رضا قدس سرہ کو فرطِ مسرت میں جدید سائنس کے نظریات پر مہر تصدیق ثبت کر دینا چاہیے تھی مگر آپ کی نگاہ میں اس سے بلند تر مرتبہ تھا اور وہ تھا قرآنی حقائق کا غیر متبدل ثابت کرنا۔ موجودہ سائنسی نظریات کے مقابل آپ کی نگاہ میں قرآنی سائنس کی تعلیم ہی باعثِ فضیلت ہے۔ آپ نے مولوی حاکم علی کے جواب میں فرمایا۔

"..... اور بفضلہ تعالیٰ آپ جیسے دین دار و سنی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا

کافی ہے کہ ارشاد قرآن عظیم و نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم و مسئلہ اسلامی و اجماع امت گرامی کے خلاف کیوں کر کوئی دلیل قائم ہو سکتی ہے۔ اگر بالفرض اس وقت

ہماری سمجھ میں اس کا رد نہ آئے۔ جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن و حدیث و اجماع

سچے۔ یہ ہے بحمد اللہ شان اسلام، محبت فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی

مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات و دراز کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔

یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں

کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے۔ سب میں مسئلہ اسلامی کو ردشن کیا جائے۔

دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے۔ جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی

مسئلہ کا اثبات ہو۔ سائنس کا بطلان و اسکات ہو۔ یوں قابو میں آئے گی۔ ۹

(۱) بیسویں صدی کے اوائل میں برصغیر میں طاعون کا مہلک مرض اتنا عام ہوا کہ العباد باللہ

اس دور میں بعض اطباء اور ڈاکٹروں نے غیر شرعی علاج اور تدابیر تجویز کیں اور ان

کو عام کرنا چاہا۔ ان غیر شرعی تجاویز کے بارے میں علماء سے بھی رجوع کیا گیا۔ ایک

استفتاء امام احمد رضا قدس سرہ کو پیش کیا گیا۔ اس استفتاء کے جواب میں آپ نے

جو کچھ فرمایا اس سے قرآن و حدیث کے غیر متبدل اصولوں کی برتری موجودہ سائنسی

نظریات پر واضح ہوتی ہے۔ جواب کا ایک حصہ ملاحظہ ہو۔

”سچا ہلاک تو یہ ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اقدس کو کہ عینِ رحمت

و خیر خواہی امت ہے معاذ اللہ مضرت رساں خیال کیا جائے اور اس کے مقابل

۱۔ نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان، مصنفہ امام احمد رضا قدس سرہ۔ ص ۲۵۔

طبیعیوں اور ڈاکٹروں کی بات کو اپنے لئے نافع سمجھا جائے۔

ع۔ بسیں از کہ بُریدی و با کہ پیوستی “ سنہ

اطباء کی نجاوینہ اور علاج اگرچہ مفید نظر آ رہا تھا۔ مگر جب کہ وہ نصوص شرعیہ کے مخالف تھا۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کو رد کر دیا۔ آپ کی تعلیم کا محور تو قرآن و حدیث ہے نہ کہ طب اور سائنس۔ یہ اسی حد تک قابل قبول ہیں جب کہ اسلام کے تابع ہوں۔ (ز) موجودہ صدی کی ابتداء سے ہی سائنسی ایجادات نے کثرت سے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا اور ایک عالم پر ان کا سکہ بیٹھ گیا۔ لوگ قرآنی صداقت اور عظمت کو بھول رہے ہیں۔ بلکہ بعض ”مصلحین“ نے تو قرآن و حدیث کی وہ تشریح و توضیح کی جن کو نئے آقا یان حکومت قبول کر لیں۔ اس پُرفتن دور میں بھی امام احمد رضا قدس سرہ قرآن و حدیث کی صداقت اور عظمت کا علم بلند کئے رہے۔ اس موضوع پر آپ نے متعدد کتابیں لکھیں۔ چند ایک یہ ہیں۔

نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان ۱۳۳۹ھ

معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین ۱۳۳۸ھ

الکلمة الملہمة فی الحکمة المحکمة لوہاء فلسفة المشئة ۱۳۳۹ھ

امام احمد رضا قدس سرہ کے سائنسی نظریات معلوم کرنے کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ

ضروری ہے۔ اللہ

سائنس، تحقیق، تلاش اور ایجاد، دین و دل کی تقویت کے لئے ہوں تو ایمان افزہ

ہوتی ہیں۔ ورنہ یہی امور آدمیت سوز اور شیطانی کام بن جاتے ہیں۔ آج کی مغربی دنیا

اس کی لپیٹ میں آگئی ہے۔ سائنس اور ایجادات جب مسلمانوں کے پاس تھیں یعنی اسلام کے

تابع تھیں۔ گرہ کشا اور رہنما تھیں۔ جب یہ علوم اسلام سے ہٹ کر مغرب کی بے دین درگاہوں

میں پہنچے تو ان کا مقصد ہی بدل گیا۔

سنہ تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون، مصنفہ امام احمد رضا قدس سرہ۔ مطبوعہ لاہور ص ۱۴۔

اللہ النکمة الملہمة مصنفہ امام احمد رضا قدس سرہ۔ ص ۶۔

نظری علوم کے بارے میں امام موصوف کے نظریہ کو مختصر طور پر یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ قرآن و حدیث کی حقیقتیں غیر متبدل ہیں اور سائنس ابھی مسافر ہے۔ جو منزل پر ابھی نہیں پہنچی اور انسانی عقل بغیر اسلام کی رہنمائی کے منزل پر پہنچ ہی نہیں سکتا۔ نیز یہ کہ قرآنی علوم اور سائنسی نظریات میں اختلاف یا تضاد کی صورت میں قرآنی اصول کو اپنا معیار سمجھنا فرض ہے۔ علوم نظریہ سے اگر کوئی کام لیا جاسکتا ہے تو خدمتِ دینِ مبین اور خدمتِ مخلوق خدا۔

نظریہ عظمت

:۴

عظمت سے میری مراد حضور انور اعلیٰ و اکمل سرور و سرور عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس و اطہر کی عظمت و عزت کا بیان ہے۔ بادی النظر میں یہ عنوان ایک معمولی نوعیت کا حامل ہے۔ مگر درحقیقت مسلمان کی زندگی اور اس کا ایمان اس کے بغیر نامکمل ہے۔ روکھی بھکی زندگی بے حقیقت ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک تمام تعلیمات کا مقصد و منتہا بارگاہِ مصطفیٰ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ و اکمل السلام میں نیاز مندانہ حاضری ہے۔ تمام علوم کی غرض و غایت گنبدِ خضراء کے مکین کے حضور عقیدت و محبت سے وابستگی ہے۔ عام ازیں یہ حاضری جسمانی ہو یا روحانی — صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر علمائے امت نے اپنے اپنے انداز میں بارگاہِ رسالت میں نذرانے پیش کئے۔ ایمان کی حقیقت امام احمد رضا قدس سرہ کی زبان سے سنئے۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ ان سامنیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ لے
آپ تمام علوم کی علمی قومیں مدحت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وقف کر دینا
متاع حیات یقین فرماتے ہیں۔

من لم یرفضہ فی ملکہ لم یجد حلاوۃ الایمان لہ
آپ کی تعلیم کا منتہا تھا۔ اس غرض کو آپ کی تمام تصنیفات میں جا بجا مشاہدہ کیا
جاسکتا ہے۔ نظم و نثر میں جدتِ طبع کے باعث بعد والوں کے لئے نئی راہیں متعین کیں۔ نثر
لے حقائق بخشش مصنفہ امام احمد رضا قدس سرہ حصہ اول۔

۲۔ ترجمہ جو شخص اپنی جان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں گم نہ کرے، وہ ایمان کی حلاوت سے محروم رہتا ہے۔

میں صرف دو مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) ہر مصنف اور مؤلف اپنی تصنیف و تالیف کی ابتداء خطبہ سے کرتا ہے۔ اس میں حمد الہی، نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کتاب کی غرض و غایت بیان کرتا ہے۔ نیز یہ کہ اس کتاب میں درج ہونے والے مضامین کے مأخذ بھی ذکر کئے جاتے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ کو ترتیب دیا۔ اگرچہ یہ کتاب عام فقہ کی کتابوں کی ترتیب پر ہے۔ یعنی عبادات، معاملات اور اخلاق وغیرہ۔ مگر خطبہ میں ایسا جدید انداز اختیار کیا کہ کتاب کی غرض و غایت اور معتقدین متاخرین فقہاء کے فتاویٰ و متون و شرح کے نام نعت شریف کا انداز اختیار کر گئے۔ نوٹے مستند و معتد کتب فقہ حنفیہ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات جلیلہ کا مظہر بن گئیں۔

(ب) سلاسل طرفیت میں یہ دستور رائج ہے کہ وہ اپنے پیرانِ عظام کے اسماء گرامی بطور شجرہ پڑھتے ہیں اور اس کی تعلیم و تلقین کرتے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے اردو اور فارسی میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے شجرہ کو منظوم کیا ہے۔ عربی نثر کے شجرہ میں مشائخ کرام کے اسماء کا ذکر اس انداز میں فرمایا کہ وہ اسماء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات بن گئے۔

۱۔ تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ جلد اول کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۱) کشکول فقیر قادری از افادات امام احمد رضا قدس سرہ، مطبوعہ بریلی۔

(ب) ماہنامہ المیزان، امام احمد رضا نمبر

اس شجرہ کا تاریخی نام زہر الصلابة من شجرة الاثمة الهداة

۱۳۰۵ھ ہے۔ نوٹ :- اس عنوان کی مزید مثالیں عدالتی بخشش (حصہ اول، دوم

سوم) الملفوظ مرتبہ مولانا محمد مصطفیٰ ارنا، مفتی اعظم بریلی، فقہ شہنشاہ وان القلوب بیروت

بعضاء اللہ حجب العوارض عن مخدوم بہار وغیر مصنفات امام احمد رضا قدس سرہ ملاحظہ فرمائیں۔

نظریہ حرمت

-۵

حرمت کا مفہوم یہ ہے کہ تعلیم اور متعلقات تعلیم سب کی عزت کی جائے متعلقات تعلیم میں استاد، کتاب، کاغذ، مکتب وغیرہ شامل ہیں۔ آج کی مروجہ تعلیم میں استاد کو صرف تنخواہ دار ملازم سمجھ لیا گیا ہے اور کتاب کو چند حروف کا مجموعہ تصور کر لیا گیا حالانکہ کتاب علم ایسی نازک اور مقدس شے کا ذریعہ ہے۔ کتاب اور استاد کا ادب ہماری درس گاہوں سے غائب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مدارس، کلیات اور جامعات میں استاد اور شاگرد کے درمیان امتیاز مٹ چکا ہے۔ استاد کے احسانات علمیہ کو فراموش کر دینا ایک معمول ہے۔ اکثر اوقات استاد کی پگڑی شاگردوں کے ہاتھوں اچھلتی نظر آتی ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ اس کا جواب امام احمد رضا قدس سرہ کے پاس یہ ہے کہ ہمارے نظریہ تعلیم ہی سے ان مقدس اور اعلیٰ اقدار کا فقدان ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ استاد کے احسانات کو مد نظر رکھا جائے۔ کاغذ، کتاب، مکتب کی حرمت و عزت کا پاس رکھا جائے تو کبھی بھی یہ صورت پیش نہ آئے۔

(۱) ضلع ہزارہ سے ایک استفتاء پیش ہوا کہ ایک ناسپاس شاگرد نے اپنے استاد سے زیادہ علم حاصل کر کے اس کی تحقیر کی ہے۔ اس کے جواب میں جو کچھ فرمایا اس سے استاد اور شاگرد کے تعلقات پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

” امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم می آرند کہ فرمود
 مَنْ عَلَّمَنِي حَرْفًا فَقَدْ صَيَّرَنِي عَبْدًا اِنْ شَاءَ بَاعَ وَاِنْ شَاءَ
 اُعْتَقَ بِهٖرَ كَمَا حَرَفَنِي اَمْوَسْتِ بَسْ بِهٖ بِتَحْقِيقِ مَرَابِدِهُ ثُوْدَسَاخْتِ اِگَرِ خُوَاہِدِ فَرُوْدَشِدِ

داگر خواہد آزاد کند“ ۱۷

ب، امام احمد رضا قدس سرہ کا موقف یہ ہے کہ استاد جس نے شاگرد کو ایک حرف بھی سکھایا آقا ہے اور شاگرد بہ منزلہ غلام۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ اعلیٰ تعلیم دینے والا اعلیٰ اور ابتدائی تعلیم دینے والا کمتر۔ استاد بہر حال استاد ہے۔ خواہ کس درجے کا ہو۔ اس کے احسانات کو فراموش کر دینا انسانیت کے منافی ہے۔ اس سے نہ صرف شاگرد کی اپنی قدر و قیمت گھٹ جائے گی بلکہ وہ فیضانِ علم سے محروم رہے گا۔ آج کے شاگرد کو یہ احساس ہی نہیں کہ وہ استاد کے احسانات کو (خواہ وہ کتنے ہی معمولی کیوں نہ ہوں) پس پشت ڈال کر کس خسار میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس خسار کے کی طرف امام احمد رضا قدس سرہ نے یوں اشارہ فرمایا۔

”نا سپاسی اوستاذ کہ بلائے است باطل و دایتست قاتل و برکات علم را مزیل و مبطل، العیاذ باللہ“ ۱۸

ج) شاگرد کو استاد کے حقوق کی حفاظت کا سبق دیتے ہوئے امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا۔
 ”علماء فرمودہ انداز حق اوستاذ بر شاگرد آست کہ بر فرارش او نہ نشیند اگرچہ اوستاد حاضر نہ باشد“ ۱۹

۱۷ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ ص ۲۰۔

ترجمہ: حضرت امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ جس نے مجھے ایک حرف کی تعلیم دی، اس نے مجھے اپنا غلام بنا لیا اگرچہ ہے فروخت کرے اور اگر وہ چاہے تو مجھے آزاد کر دے۔

۱۸ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ ص ۱۹۔

ترجمہ: استاد کے احسان کو فراموش کر دینا ایک مصیبت ہے، ایک قاتل بیماری ہے اور علم کی برکات کو زائل اور باطل کرنے والی بیماری ہے۔ اللہ کی پناہ۔

۱۹ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ ص ۲۱۔

ترجمہ: علماء فرماتے ہیں کہ شاگرد پر استاد کا حق یہ ہے کہ اس کی نشست پر نہ بیٹھے۔ اگرچہ استاد حاضر نہ ہو اور نشست خالی ہو۔

(۹) اسی عنوان پر آپ نے اپنا نظریہ ان الفاظ میں بھی پیش کیا۔

”ہم چنیں فرمودندہ اند کہ تمیز را در رفتن و سخن گرفتن بر استاد تقدم و سبقت نمی رسیده
(۱۰) تعلیم جدید نے ایک فرض اور بڑھا دیا۔ شاگرد کچھ پڑھ لکھ کر سمجھتا ہے کہ میں نے وہ کچھ
حاصل کر لیا ہے کہ اب مزید علم کی گنجائش نہیں۔ اسی زعم میں رہ کر وہ مزید علم سے
محروم رہتا ہے۔ جب بھی وہ کسی عالم کے پاس جاتا ہے۔ یہی ہمہ دانی کا زعم اسے مزید
حاصل کرنے سے روکتا ہے۔ اس کے برعکس امام احمد رضا قدس سرہ کا نظریہ یہ ہے
کہ علم حاصل کرو۔ جہاں سے بھی تمہیں ملے اور اگر کسی عالم (خواہ تمہارے درجہ کا ہی
کیوں نہ ہو) کے پاس جاؤ تو یہ سمجھ کر جاؤ کہ میں علم سے خالی ہوں۔ تب ہی جا کر اس
کے علم سے فیض پاؤ گے۔ فرمایا:-

” لینے والے کو یہ چاہیے کہ جب کسی چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ کرے۔ تو اگرچہ کمالات
سے بھرا ہوا ہو اپنے تمام کمالات کو دروازہ ہی پر پھوڑے اور یہ جانے کہ میں کچھ
جانتا ہی نہیں۔ خالی ہو کر آئے گا تو کچھ پائے گا اور جو اپنے آپ کو بھرا سمجھے گا۔
ظہر انائے کہ پُرشندہ گر چوں پُرد۔ بھرے برتن میں اور کوئی چیز نہیں ڈالی جاسکتی ہے
(۱۱) جو شخص بھی علم سے متعلق ہو، خواہ شاگرد ہو یا استاد، اس سے تواضع اختیار کرنا
چاہیے۔ تواضع سے فیضان علم میں اضافہ ہوتا ہے اور شان بڑھتی ہے۔ تعظیم اور
تواضع کو بیان کرتے ہوئے ایک موقع پر حدیث نبوی کی روشنی میں اس نظریہ کو یوں
بیان فرماتے ہیں:-

” اپنے استاد بلکہ شاگردوں کے لئے بھی تواضع کا حدیث میں حکم ہے۔ تَوَاضَعُوا
لِمَنْ تَتَعَلَّمُونَ مِنْهُ وَتَوَاضَعُوا لِمَنْ تَعَلَّمُونَهُ وَلَا تَكُونُوا
جَبَابِرَةَ الْعُلَمَاءِ۔ جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور جسے
سکھاتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور گردن کش عالم نہ بنو۔ رواہ الخطیب عن ابی

سکھ فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۶۱ تجربہ اس طرح علماء فرماتے ہیں کہ چلنے اور گفتگو کرنے میں شاگرد استاد پہلے ہو کر

ھے ملفوظات امام احمد رضا، مؤلف مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا بریلوی جلد اول۔ مطبوعہ کراچی۔ ص ۹۳۔

ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۷۶

(ز) ذریعہ تعلیم کتاب اور حروف بھی معظّم ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے متعدد مقالات پر اس قسم کے بیان فرمائے جس سے کتاب، حروف بلکہ نفس کاغذ کی حرمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کے سامنے ایک استفتاء پیش ہوا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ استاد چارپائی یا کرسی پر بیٹھا ہوتا ہے اور شاگرد نیچے فرش پر یا چٹائی پر۔ بہر حال اس کی تختی، کتابیں کاغذ وغیرہ نیچے ہوتے ہیں۔ کیا اس سے کتاب و تختی کی بے حرمتی نہیں ہوتی۔ جواب میں آپ نے فرمایا۔

”ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نفس حروف قابل ادب ہیں۔ اگرچہ جدا جدا لکھے ہوں۔ جیسے تختی یا وصلی پر خواہ ان میں کوئی بڑا نام لکھا ہو۔ جیسے فرعون ابو جہل وغیرہما، تاہم حروف کی تعظیم کی جائے۔ اگرچہ ان کافروں کا نام لائق اہانت و تذلیل ہے۔۔۔۔۔۔ اور تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کسی صندوق یا الماری میں کتابیں رکھی ہوں تو ادب یہ ہے کہ اس کے اوپر کپڑے نہ رکھے جائیں۔۔۔۔۔۔ تو کیوں کر ادب ہوگا کہ کتابیں نیچے رکھی ہوں اور آپ اوپر بیٹھیں کیا ایسے لوگوں کو بے ادبی کی شامت سے خوف نہیں۔۔۔۔۔۔“ ۷۷

اسی حقیقت کو کتنے زور دار الفاظ میں بیان فرمایا۔

”حروف خود معظّم ہیں۔ کہا بینا ہ فی فتاوانا“ ۷۸

آج ہمارے تعلیمی اداروں میں نظم و ضبط کی کمی صرف دنیا کے تعلیم کا ہی ایک بہت بڑا المیہ نہیں بلکہ قوم کے لئے ایک سنگین معاملہ بھی ہے اور اس رحمان کو اپنی رو میں بہنے دینے کا جو انداز فکر و عمل اختیار کر لیا گیا ہے وہ کسی اعتبار سے نہ قابل تعریف ہے اور نہ اسے قوم و ملک کے لئے خوش آئند رویہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

۷۶ عجب العوار عن محمد بہار مصنف امام احمد رضا قدس سرہ۔ مطبوعہ ۱۳ - ۱۴ -

۷۷ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ ص ۲۵۔

۷۸ الکشف شافیٰ حکم فوجہرنا مصنف امام احمد رضا قدس سرہ۔ مطبوعہ کان پور۔ ص ۵۲۔

اس سائنس اور ترقی کے زمانہ میں ہر طرف آزادی ہے۔ ایسی آزادی کہ نہ استاد کا پاس نہ والدین کا شرم و حیا نہ ملک و ملت کی پروا۔ معیارِ تعلیم رُو بہ انحطاط ہے۔ نظم و ضبط کا فقدان ہے۔ ۹

اس ساری صورت کی ذمہ داری موجودہ طرزِ تعلیم اور نظریہ تعلیم پر ہے۔ ہماری درگاہوں میں طلبہ میں استاد اور کتاب کا ادب پیدا کر دیا جائے تو ان ہی درس گاہوں کا ناگفتہ بہ ماحول انتہائی پرسکون اور پاکیزہ ہو جائے اور آئے دن کی ہاد ہو سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے اس کے لئے امام احمد رضا قدس سرہ کے پیش کردہ نظریہ حرمتِ استاد و کتاب پر

عمل ضروری ہے۔

۱۰ اقبال نے ایسے نوجوان کے بارے میں فرمایا۔

من ندارم آن مسلمان زادہ را دوست

کہ در دانش فرود و در ادب کاست

۴۔ نظریہ مہابت

مہابت سے ہماری مراد یہ ہے کہ زندگی میں وقار و سکون کی کیفیت پیدا کی جائے۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو تعلیم کا مقصد ہی زندگی میں وقار و سکون پیدا کرنا ہے۔ تعلیم کے بعد بھی اگر زندگی وقار و سکون کی کیفیت سے عاری رہی تو وہ تعلیم محض ایک بوجھ ہے۔ جسے انسان پر ڈال دیا گیا ہے۔ حالانکہ تعلیم تو انسانی بوجھوں کو ہلکا کرتی ہے۔ مقاصد تعلیم اور استاد و شاگرد کے تعلق کی وضاحت کرتے ہوئے امام احمد رضا قدس سرہ وقار و سکون کو تعلیم کی غرض بتاتے ہیں۔

”عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعلموا العلم وتعلموا اللعلم السکینة والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منه.....“

ع۔ کا آخر سے باد صبا میں ہمہ آوردہ تست

ہماری موجودہ تعلیم میں یہ زبردست خامی ہے کہ دوران تعلیم کے بعد ہمارے تعلیم یافتہ حضرات میں وقار و سکون اور مہابت و محبت کا سماں پیدا نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ تعلیم سے فراغت کے بعد طالب علم کی زندگی بے سکون و بے کیف ہی رہتی ہے۔ اس کے قلب و قالب میں بے سکونی اور بے چینی بدستور باقی رہتی ہے۔ بلکہ تعلیم کے بعد اس اضطرابی کیفیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

کاش ہماری تعلیم کے ذمہ دار حضرات کچھ ایسی روش اختیار کریں اور ایسا ماحول پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہوں جس کی طرف امام احمد رضا قدس سرہ نے واضح ہدایات دی ہیں۔

۱۔ قادی رضویہ، جلد دہم، ص ۲۱۔ توجہ ۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ علم سیکھو اور علم کے لئے وقار و سکون سیکھو اور جس استاد سے تم نے علم سیکھا، اس کے سامنے تواضع اختیار کرو۔

۷۔ نظریہ لہیت

امام احمد رضا قدس سرہ اس امر کے داعی و قائل ہیں کہ تعلیم کی تمام تر استعدادات کو دینِ فہمی کے لئے مختص کر دیا جائے اور اس کے لئے کی جانے والی تمام مساعی کا اجر مولا تعالیٰ سے طلب کیا جائے۔

آپ کی زندگی تعلیم، تبلیغ، تصنیف اور فتویٰ نویسی میں گزری مگر کیا مجال کہ ان امور پر معاوضہ کی طلب کا تصور بھی پیدا ہوا ہو۔ دور دراز کے مقامات سے آنے والے استفاء میں بعض اوقات یہ بھی پوچھا جاتا کہ فیس کیا ہوگی؟ یہ بات آپ کے لئے نہایت شاق ہوتی، بارہا لکھا کہ یہاں امور دینیہ کی تکمیل کے لئے کوئی فیس یا معاوضہ نہیں لیا جائے گا۔ خالصتہً لِلّٰہ یہ کام سرانجام دیئے جائیں گے۔

۱۷ صفر ۱۳۳۶ھ / نومبر ۱۹۱۸ء کے ایک استفاء میں فیس کے بارے میں جو کچھ ارشاد

فرمایا اسے ملاحظہ فرمائیے۔

”یہاں بحمد اللہ تعالیٰ فتوے پر کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ بفضلہ تعالیٰ ہندوستان و دیگر ممالک مثلاً چین، افریقہ و امریکہ و خود عرب شریف و عراق سے استفاء آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہو جاتے ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز کے وقت سے اس ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۸ء تک اس دروازے سے فتوے جاری ہوئے۔ اکائیس برس اور خود فقیر غفرلہ کے قلم سے فتوے نکلتے ہوئے بعونہ تعالیٰ اکاون برس ہونے کو آئے ہیں۔ یعنی اس صفر کی ۱۴ تاریخ کو پچاس برس چھ مہینے گزرے۔ اس نوکم سو برس میں کتنے ہزار ہا فتوے لکھے گئے۔ بارہ مجلدات تو صرف اس فقیر کے فتاویٰ کی ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہاں کبھی ایک پیسہ نہیں لیا گیا، نہ لیا

جائے گا۔ بعونہ تعالیٰ ولہ الحمد۔ معلوم نہیں کون سے ایسے لوگ ایسے لپست فطرت
 دنی ہمت ہیں جنہوں نے یہ صیغہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے۔ جس کے باعث دُور دُور
 کے نادائق مسلمان کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی۔ ؟ بھائیو!
 ما اسئکم علیہ من اجران اجران الاعلیٰ رب العالمین۔
 ترجمہ ۱۔ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو سارے جہانوں کے پروردگار پر ہے۔
 اگر وہ چاہے۔ “ اے
 آپ نے اپنے تمام متوسلین اور وابستگان کو یہ نصیحت کر رکھی ہے۔
 ” تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دستِ سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعتِ دین و
 حمایتِ سنت میں جلبِ منفعت کا خیال دل میں بھی نہ لایس کہ ان کی خدمتِ خالصتہ
 لوجہ اللہ ہو۔ “ اے

۱۔ فتاویٰ رضویہ، جلد سوم۔ ص ۲۳۔

نوٹ:۔ امام احمد رضا قدس سرہ کی جائیداد غیر منقولہ مکان اور زمین کے علاوہ منقولہ جائیداد نہ تھی۔
 سخاوت کی وجہ سے تنگ دستی بھی آجاتی۔ ایسے حالات میں ایسی بے نفسی سے خدماتِ دینیہ کی انجام
 دہی۔ اللہ اللہ کتنا وقار ہے۔ للہبت کی اس سے بڑھ کر اور کون سی مثال ہو سکتی ہے۔

۲۔ الرضا بریلی شامہ ربیع الآخر و جمادی الاول ۱۳۳۸ھ۔ ص ۹۔

۸۔ تعلیم اور جلب منفعت

برصغیر میں مسلمانوں کے ہزار سالہ اقتدار کے زوال اور غیر ملکی تسلط و تغلب نے یہاں کے لوگوں کو کئی حیثیتوں سے متاثر کیا۔ مسلمانوں کی معاشرت بدلی، معیشت کمزور ہو گئی، ماس دوریا چند مصلحین نے مسلمانوں کی عزت کی بحالی اور معیشت کو سہارا دینے کے لئے جدید تعلیم کا حصول لازمی قرار دیا۔ انگریزی طرز تعلیم کی درس گاہوں سے طلباء فارغ ہو کر دفتروں میں ملازمت کرنے لگے۔ لوگ سمجھے مقصد حاصل ہو گیا۔ مگر محسوس ہے عرصہ بعد یہی تعلیم مسلمانوں میں معاشی اضطراب پیدا کرنے کا باعث بنی۔ معاشی فارغ البالی کا خواب سرسید اور ان کے رفقاء نے دیکھا تھا۔ پورا نہ ہوا۔ مولوی محمد احمد خاں نے اس ساری صورت حال کو یوں بیان کیا ہے۔

”کچھ عرصہ تک تو یہ حالت رہی کہ تعلیم جدید نے مسلمانوں پر رزق کے دروازے کھول دیئے اور نچے اور متوسط طبقوں کی معاشی حالت سدھرنے لگی۔ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے طبقوں میں بھی جدید تعلیم بہت تیزی سے پھیلنے لگی۔ اس کا اثر تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ معاشی فارغ البالی اور اقتصادی خوش حالی عام ہو جاتی۔ لیکن اس کے برعکس جلد ہی ایک عجیب و غریب صورت نمودار ہوئی۔ انگریزوں کے جاری کردہ نظام تعلیم کا مقصد اصل تو یہ تھا کہ برطانوی نظم و نسق کو چلانے کے لئے بابوؤں کی ایک بڑی تعداد تیار کی جائے۔ اس لئے جدید تعلیمی نظام میں سائنسی و فنی تعلیم پر کم اور لبرل و ادبی تعلیم پر زیادہ زور دیا گیا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر سال چھوٹے بڑے بابوؤں کی ایک کھیپ کی کھیپ کالجوں اور یونیورسٹیوں سے نکلنے لگی۔ ادھر سرکاری ملازمتوں کی تعداد بہر حال محدود تھی۔ آزاد پیشوں میں بھی کچھ بہت زیادہ گنجائش نہ تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ علم کی ان جدید فیکٹریوں سے ہر سال جو ”مال“ کثیر تعداد میں نکلنے لگا تھا، اس کی کھیپ ”بازار“ میں نہیں ہو سکتی تھی۔ یوں جو مال بکنے اور کام

آنے سے بچ رہا وہ ”بے کار“ ہو گیا اس طرح چند ہی سال میں تعلیم یافتہ بے روزگاروں کا ایک عجیب و غریب طبقہ وجود میں آ گیا۔ اس طبقہ کا یہ حال تھا کہ تعلیم جدید نے اس کی فکر و نظر کے زاویوں کو بدل دیا تھا۔ آزادی و حریت، قومی خودداری و غیرت کا احساس تقریباً مردہ ہو چکا تھا اور اس کی جگہ اپنی ہمہ دانی، بے جا غرور و تعلیٰ نے لے لی تھی۔ دماغ میں تو یہ ہوا بھری تھی مگر جیب خالی تھی۔ اقبال نے اسی طبقے کو مخاطب کر کے کہا۔

” نوا از سینہ مرغ چمن برد

ز خون لاله آں سوز کمن برد

بایں مکتب بایں دانش چہ نازی

کہ ناں در کف نداد و جان ز تن برد “ لے

حصولِ علم برائے دولت — کتنا خوبصورت پروگرام ہے مگر کیا ایسا ممکن ہے کہ قومی سطح پر اس کے فوائد مرتب ہوئے ہوں۔ قوموں کی حیات میں چند شخصیات کی مثال پیش کرنا کسی طرح روا نہیں ہوتا۔

خواجہ غلام الحسین برصغیر کے باشندوں کے لئے سائنس اور صنعت و حرفت کی تعلیم کی ضرورت اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

” ہمارے ہم وطنوں نے تعلیم کا بڑا مقصد یہ سمجھ رکھا ہے کہ بی اے، یا ایم اے کی ڈگری حاصل کر کے سرکاری نوکری حاصل کر لیں۔ اول تو نوکری ہی غلامی ہے۔ لے دوسرے اس

۱۷ اقبال اور مسیّد تعلیم معتمد محمد احمد خان مطبوعہ اقبال آبادی لاہور (۱۹۷۸ء) ص ۷۳ - ۷۴

۱۸ حجت الاسلام مولانا حامد رضا خلیف اکبر امام احمد رضا قدس سرہانے برصغیر کے مسلمانوں کی معاشرتی ناگفتہ بہ حالت کو بہتر بنانے کے ۱۹۲۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس، منفقہ مراد آباد میں چند تجاویز کا ذکر اپنے خطبہ صدارت میں کیا ہے۔ اس میں ملازمت کی حوصلہ شکنی کی ہے اور صنعتی تعلیم اور تجارت پر زور دیا ہے۔

ملازمت کا حال یوں بیان فرماتے ہیں: ”ہمارا ذریعہ معاش صرف نوکری اور غلامی ہے اور اس کی بھی یہ حالت ہے کہ ہندو لوہا بے مسلمان کو ملازم رکھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ رہیں گورنمنٹی ملازمتیں ان کا حصول طول اہل ہے۔ اگر اتنے دن کی ٹنگ و دو اور ان ٹنگ کوششوں سے کوئی معقول سفارش بھی پہنچی تو کہیں امیدواروں میں نام (بقیہ آئندہ صفحہ)

کا دائرہ اسی نسبت سے روز بروز تنگ ہوتا جاتا ہے جس نسبت سے تعلیم یافتوں کی تعداد میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ پس ضرور ہے کہ اس بھیڑچال کو روکا جائے۔ میری اس رائے سے کسی کو اختلاف نہ ہوگا کہ موجودہ تعلیم ملک میں مفلسوں کی تعداد میں ترقی دے رہی ہے۔ اعلیٰ ماہرین تعلیم نے تعلیم پر بے حصول ہونے کو معاشرتی نکتہ سے بیان کیا ہے۔ مگر اسی نظریہ کو امام احمد رضا قدس سرہ نے خالص مذہبی و دینی اعتبار سے دیکھا اور بیان کیا ہے۔ آپ کے نزدیک حصول تعلیم کا مقصد مدعا خدا شناسی و خدا رسی ہے۔ آپ کی نظر میں تعلیم کی افادیت اسی وقت مسلم ہوگی۔ جب اس سے کوئی شرعی مقصود حاصل ہونا مقصود ہو۔ اگر حصول تعلیم کا مدعا اور غرض و غایت صرف یہ ہو کہ حصولِ زر کا ذریعہ بنالوں۔ تو آپ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس بارے میں آپ کا نظریہ ہے کہ کسی محمود شرعی غرض کے لئے علم حاصل کرو۔ رزق علم میں نہیں۔ وہ تو رزاقِ مطلق کے پاس ہے۔ وہ خود بندوں کا کفیل ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے اس نظریہ کو سمجھنے کے لئے آپ کی ذریعہ نگارشات ملاحظہ فرمائیں

۳۳ حاشیہ فلسفہ تعلیم، مطبوعہ اگرہ (۱۹۰۴ء) ص ۸۶ -

بقیہ حاشیہ ۱۔ درج ہونے کی نوبت آتی ہے۔ برسوں بعد جگہ ملنے کی امید پر روزانہ خدمت مفت انجام دیا کرو۔ اگر بہت بلند ہمت ہوئے اور قرض پر بسر اوقات کر کے برسوں بعد کوئی ملازمت حاصل ہو کر لی تو اس وقت تک قرض کا اتنا بار ہو جاتا ہے۔ جس کو ملازمت کی آمدنی سے ادا نہیں کر سکتے۔ ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہماری روزی نوکری میں منحصر ہے۔ ہمیں حرسے اور پیشے سیکھنا چاہئیں۔ اب اس کی تمام قابلیتیں بیچ ہیں۔ سندی بے کار ہیں۔ زندگی وبال ہے۔ اولاد کی تربیت اس ناداری میں کیونکر ہو سکے۔ خود تباہ اور نسل برباد۔ لیکن اگر پیشہ ور ہوتا ہاتھ میں کوئی ہنر رکھتا تو اس طرح محتاج نہ ہو جاتا۔ نوکری گئی بلا سے اس کا ذریعہ معاش اس کے ساتھ ہوتا۔ ہمیں نوکری کا خیال ہی چھوڑ دینا چاہیے۔ نوکری کسی قوم کو معراج ترقی تک نہیں پہنچا سکتی۔ دست کاری اور پیشے اور ہنر سے تعلق پیدا کرنا چاہیے۔ "خطبہ صدارت ۱۹۲۵ء مولانا حامد رضا بریلوی، مطبوعہ بریلی

مشمولہ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ گجرات (۱۹۷۸ء) ص ۱۷۸ - ۱۸۹

(۱) در حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آید است مَنْ أَكَلَ بِالْعِلْمِ طَمَسَ اللَّهُ
عَلَىٰ وَجْهِهِ وَرَدَّكَ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ وَكَانَتْ النَّارُ أَوَّلِيًّا بِهٖ يَعْنِي ہر کہ علم را
ذریعہ جلب مال نماید حق عزوجل روئے اور امسح فرماید و او را بر ہر دو پاشنہ آتش بازگرداند و
آتش دوزخ با دسترا وارتر باشد

امام احمد رضا قدس سرہ نے ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء میں ایک تحریر دیدہ بہ کند کی ہے۔

شائع فرمائی۔ اسی تحریر کو صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نسیم الدین صاحب آبادی صاحب نے
السواد الاعظم میں ۱۳۳۹ھ میں دوبارہ شائع کیا۔ اس تحریر میں مسلمانوں کی اصلاح، اصلاح کے سنے
چار تدابیر تجویز کی گئیں۔ انہیں تجاویز کا خلاصہ امام احمد رضا قدس سرہ کے ایک مکتوب میں
۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء بنام الحاج لعل خان صاحب کلکتہ میں ہے ایک حصہ لفظ بہ لفظ

اب، چہارم (تعلیم) کا حال ناگفتہ بہ ہے۔ انٹرنیس پاس کو رزاق مطلق سمجھا ہے۔ وہاں نوکری
میں عمر کی شرط، پاس کی شرط، پھر پڑھائی وہ مفید کہ عمر بھر کام نہ آئے۔ نہ اس نوکری میں اس
کی حاجت پڑے۔ انہی ابتدائی عمر کہ تعلیم کا زمانہ ہے۔ یوں گنوائی اب پاس ہونے میں جھگڑا
ہے۔ تین تین بار فیل ہوتے ہیں اور پھر لٹے چلے جاتے ہیں اور قسمت کی خوبی کہ مسلمان
ہی اکثر فیل کئے جاتے ہیں۔ پھر تقدیر سے پاس بھی مل گیا۔ تو اب نوکری کا پتہ نہیں اور ملی
بھی تو صریح ذلت کی، اور رفتہ رفتہ دنیاوی عزت بھی پالی تو عند الشرع ہزار ذلت کہیے
پھر علم دین سیکھنے اور دین حاصل کرنے اور نیک و بد میں تمیز کرنے کا وقت کون سا آئے
گا۔ لاجرم نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ دین کو مضحکہ سمجھتے ہیں۔ اپنے باپ دادا کو جنگلی، وحشی، بے تمیز
گنوار، نالائق، بے ہودہ، احمق، بے خرد جاننے لگتے ہیں۔ بغرض غلط اگر ترقی بھی ہوئی تو نہ
ہونے سے کروڑ درجے بدتر ہوئی۔ کیا تم علم دین سے غفلتیں ترک کرو گے۔ ؟ فلاں

کہ فتاویٰ رضویہ، جلد دہم - ص ۲۲ -

ترجمہ حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص نے علم کو جلب مال کا ذریعہ بتایا۔ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو
امسح فرمادیتا ہے۔ اس کو اس کی ایڑیوں پر پھیر دیتا ہے اور آگ اس کے لئے بہت لائق ہے۔

انتم منقوت " ۵

(ج) امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے والد ماجد مولانا محمد نقی علی خان علیہ الرحمۃ (م. ۳۰ ذی قعدہ

۱۲۹۶ھ / ۱۸۸۰ء) کی تصانیف کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا ان میں سے بعض

مسودات کو خود ترتیب دیا۔ بعض کتابوں کی تشریح کی۔ اپنے والد ماجد کی تصانیف کا

تذکرہ بارہا محبت آمیز انداز میں فرمایا اور ان پر اعتماد فرمایا۔ آپ کے والد ماجد فرماتے

ہیں: "امام غزالی احیاء العلوم ہے میں روایت کرتے ہیں۔ مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللَّهِ

عَزَّ وَجَلَّ كَفَاهُ اللَّهُ تَعَالَى مَا أَهَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔

جو شخص دینِ خدا میں دانائی حاصل کرتا ہے۔ خدا نے تعالیٰ جل شانہ اس کو اس چیز سے

کہ غمگین کرے کفایت کرتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے کہ نہیں جاتا رزق پہنچاتا ہے۔"

(د) امام احمد رضا قدس سرہ کی معاشی حالت قابلِ رشک نہ تھی۔ سوائے زمین کے قطعہ کے اور

کوئی جائیداد غیر منقولہ نہ تھی اور نہ کوئی معقول آمدن۔ نہ کسی نواب یا حاکم کی طرف سے وظیفہ،

لیکن علمی وقار، فقیہانہ شان اور بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ کسی دنیا دار کی مدح کر کے مال دنیا

ملنے کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ کسی نے کہا کہ ریاست نان پارہ کے نواب کا قصیدہ لکھیں

وہ بہت انعام سے نوازے گا۔ اس کے جواب میں آپ نے نواب کی بجائے شہشاہِ دو عالم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت اقدس لکھی اور مقطع میں اس کا رد والی کی طرف اشارہ فرمایا

کروں مدح اہلِ دُؤَلِ رِضَا پُڑے اس بلا میں مہری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں ۵

۵ مکتوب امام احمد رضا محررہ صفر ۳۹ ۱۳۳۹ھ بنام الحاج لعل خان صاحب، مشمولہ حیات صدرالافاضل،

مؤلف سید غلام معین الدین نعیمی۔ مطبوعہ لاہور۔ بار دوم۔ ص ۱۶۱۔

۶ امام غزالی علیہ الرحمۃ کی سیانے سعادت میں فرماتے ہیں ایسے علماء سے علم حاصل کرو جو طالبِ آخرت

ہو نہ کہ طالبِ دنیا۔ اکیسیر ہدایت ترجمہ کیانے سعادت مطبوعہ نوکسور۔ ۱۸۹۰ء۔ ص ۶۵۔

۷ رسالہ فی فضل العلم والعلماء مصنف مولانا نقی علی خان۔ مطبوعہ لاہور۔ ص ۱۰۔

۸ حدائق بخشش حصہ اول۔

۹ - نظریہ روحانیت

برصغیر میں اسلام صوفی علماء کی کوششوں سے پھیلا اور جب بھی اسلام پر ابتلا عام کا دور آیا انہی صوفیوں نے بڑھ کر اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیری، سلطان الاولیاء حضور داتا گنج بخش علی ہجویری، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی، محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور دوسرے علماء نے تصوف کی شیریں معالی سے اعلاء کلمۃ الحق، تجدید و احیائے دین اور اصلاح احوال کا فریضہ سرانجام دیا۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے عہد میں دیگر فتنوں کے علاوہ تصوف سے برگشتہ کرنے کی مذموم سازش کی جا رہی تھی۔ کچھ جاہل متصوف غیر شرعی حرکات کو تصوف کا نام دے رہے تھے۔ اکابر اسلاف کی اتباع میں آپ نے مسلمانوں کے روحانی امراض کے علاج کے لئے تصوف کا مجرب عمل دہرایا۔۔۔۔۔ خود جلیل القدر مشائخ عظام سے سلسل طریقت کی اجازتیں حاصل کیں اور علماء و مشائخ اخلاف کو ان اجازات سے نوازا۔ اگرچہ مفتی کا کام صرف جسمانی احکام سے متعلق جواز و عدم جواز کا حکم جاری کرنا ہوتا ہے۔ مگر امام احمد رضا قدس سرہ نے افتاء کی ذمہ داریوں کے ساتھ تصوف کی تعلیم کو بھی رائج کیا۔

(۱) آپ نے علوم نافعہ کثیرہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے تصوف کو بھی ان علوم نافعہ میں شمار فرمایا۔ فرماتے ہیں۔

اور ان کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ علوم جو آدمی کو اس کے دین میں نافع ہوں۔ خواہ اصالةً فقہ و حدیث و تصوف بے تخلیط و تفسیر قرآن بے افراط و تفریط، خواہ وساطةً مثلاً نحو صرف و معانی بیان کہ فی حد ذاتہ امر دینی نہیں مگر فہم قرآن و حدیث کے لئے وسیلہ ہیں۔ لہ

لے نقادی رضویہ۔ جلد دہم۔ ص ۱۶۔

(ب) تصوف کے بارے میں اکثر لوگ افراط و تفریط میں پڑ کر جادہ حق سے ہٹ گئے۔ کچھ انکار کر بیٹھے اور کچھ غلو و مبالغہ میں پڑ گئے۔ مگر امام احمد رضا قدس سرہ تصوف بے تخلیط کے مؤید و عامل ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

”شرعیات اصل ہے اور طریقت اس کی فرخ، شرعیات منع ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا۔ طریقت کی جدائی شرعیات سے محال و دشوار ہے۔ شرعیات پر ہی طریقت کا دار مدار ہے۔ شرعیات ہی اصل کار اور محک و معیار ہے۔ شرعیات ہی وہ راہ ہے، جس سے وصول الی اللہ ہے۔ اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا، اللہ تعالیٰ کی راہ سے دور جا پڑے گا۔ طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے۔ شرعیات مطہرہ ہی کے اتباع کا صدقہ ہے۔ جس حقیقت کو شرعیات رد فرمائے۔ وہ حقیقت نہیں بے دینی اور زندقہ ہے۔“ ۷

(ج) عام حالات میں صوفیہ کرام مخلوق سے منقطع رہتے ہیں۔ انہیں سوائے یاد خدا کے اور کسی سے غرض نہیں ہوتی۔ مگر جب مسلمانوں پر کوئی افتاد عام آپڑے تو وہ مصللاً و تسبیح کو الگ کر کے میدان عمل میں آجاتے ہیں اور اس ابتلاء عام کا مقابلہ کرتے ہیں۔ دین الہی کی شکل میں مسلمانوں پر افتاد پڑی۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اس کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں فتنہ خلق قرآن اٹھا۔ آپ نے اپنی عزیز جان بھی اس راہ میں صرف فرمادی۔ امام احمد رضا قدس سرہ اپنے دور کے بلند مرتبت صوفیہ میں شمار ہوتے ہیں۔ مگر آپ کی عملی زندگی اعتزالی و انحرافی تحریکات کے رد میں گزری۔ فلاسفہ، زنادقہ، فرق باطلہ۔۔۔ سب کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور بالآخر کامیاب ہوئے۔ صوفیہ کے مجاہدات اور خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

”اس کے لئے یہی خدمات (حمایت مذہب حقہ و رد فرق باطلہ) مجاہدات ہیں۔ بلکہ اگر نیت صالحہ ہو تو ان مجاہدوں سے اعلیٰ، امام ابو اسحاق اسفرائینی کو جب انہیں مبتدعین کی بدعات کی اطلاع ہوئی۔ پہاڑوں پر ان اکابر علماء کے پاس تشریف لے گئے۔ جو ترک دنیا دانیہا کر کے مجاہدات میں مصروف تھے۔ ان سے فرمایا: کَلِمَةُ الْحَشِيصِ أَنْتُمْ مَحْمُودُونَ وَأُمَّةٌ

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنِ - اسے سوکھی گھاس کھانے والو! تم
 یہاں ہو اور امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتنوں میں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ امام
 یہ آپ ہی کا کام ہے۔ ہم سے نہیں ہو سکتا۔ وہاں سے واپس آئے اور مبتدعین کے رد
 میں نہریں بہائیں۔“ ۳

(د) امام احمد رضا قدس سرہ کی عادت مبارکہ یہ تھی۔ بعد نماز عصر مجلس عام میں تشریف رکھتے
 لوگ اپنی مشکلات پیش کر کے حل طلب کرتے۔ اس مجلس میں دیگر موضوعات کے علاوہ تصوف
 پر گفتگو فرماتے۔ اس گفتگو کو آپ کے خلف اصغر مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا بریلوی علیہ الرحمۃ
 نے تین جلدوں میں المفوظ کے نام سے جمع فرمایا ہے۔ المفوظ میں بہت سے ایسے ملفوظات
 ملتے ہیں جن میں تصوف کی تعلیم دی گئی ہے۔

(ہ) مقاصد تصوف کی تبلیغ و تعلیم اور ترویج و اشاعت کے لئے امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے
 مختلف تصانیف فرمائیں۔ چند ایک کے نام یہ ہیں۔

- ۱۔ الاھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال۔
- ۲۔ انھار الانوار من حیۃ صلوة الاسرار۔
- ۳۔ ازھار الانوار من صیاء صلوة الاسرار۔
- ۴۔ طوابع النور فی حکم السراج علی القبور۔
- ۵۔ مجید معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم۔
- ۶۔ حاشیہ احیاء علوم الدین۔
- ۷۔ حاشیہ بہجتہ الاسرار۔
- ۸۔ الزمزمۃ القمریۃ فی الذب عن الخمریۃ۔
- ۹۔ الفوز بالآمال فی الاوقاف والاعمال۔
- ۱۰۔ سلطنتہ المصطفیٰ فی مالکوت کل الوالیٰ۔
- ۱۱۔ اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المرسلین۔

۳۔ المفوظ مؤلفہ مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا بریلوی، جلد اول مطبوعہ کراچی۔ ص - ۱۰۔

۱۲۔ الاجازات المتينة لعلماء بكة والمدينة

۱۳۔ كمشكول فقير قادري

۱۴۔ وظيفة قادريه

۱۵۔ مقام العرفا وغيره

(من) امام احمد رضا قدس سره ہر سال بالالتزام اپنے شیخ طریقت حضرت سید آل رسول احمدی
مارہروی قدس سره العزیز کا عرس خود منعقد کرتے اور اس میں تبلیغ و ارشاد و تلقین احکام
فرماتے۔

تعلیم کی غرض و غایت اطمینان قلب اور یقین کی دولت کا پانا ہے۔ موجودہ تعلیمی ادارے
اس غرض کو پورا کرنے سے عاری و قاصر رہے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سره کے نظریہ کے
مطابق اگر تصوف و اخلاق کی تعلیم کو درس گاہوں کی تعلیم کا جزو بنا دیا جائے تو دولت
یقین کا پانا ممکن اور آسان ہو جائے گا۔

۱۰ - نظریہ شعر و ادب

امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک شعر و ادب کی بنیاد سچائی پر ہو۔ کذب، دروغ گوئی اور مبالغہ آمیزی سے پاک ہو۔ ادب زندگی کا عکاس ہو۔ آپ نے جو ادب پیش کیا، اس کی تاثیر برصغیر سے باہر دیگر ممالک میں بھی سنی جاسکتی ہے۔ آپ اردو شاعری میں مولانا کفایت علی کافی شہید جہاد آزادی اور برادر خور و مولانا حسن رضا کا کلام سنتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ یہ دونوں شاعر سچے تھے۔ جھوٹی شاعری کو دقت کا ضیاع و زیاں سمجھ کر اس سے دُور بھاگتے۔ آپ کی شاعری کا محور نعت و منقبت ہے۔ ظاہر ہے اس میں شاعر لوگ اصل مقام سے ہٹ جاتے ہیں۔

نعت گوئی میں آپ کا مسلک سمجھنے کے لئے درج ذیل سطور کا مطالعہ فرمائیے۔
 (۱) ”حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ نہایت آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے، تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے، جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاح نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔“ لے

(ب) بعض جاہلوں کا خیال یہ ہے کہ شعر کی تنگ زمین میں نعت گوئی کے وقت پابندی شرع ممکن نہیں۔ آپ نے اس دعویٰ کی تکذیب کی۔ خود اپنا دیوان اس معیار پر پیش کیا۔ پاس شرع اور نعت گوئی کا اجتماع آپ کے ہاں دیکھا جاسکتا ہے۔ خود فرماتے ہیں۔

لے المفوظ، مؤلف مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا بریلوی۔ مطبوعہ کراچی۔ ص ۴۳

جو کہ شعر و پاسِ شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے
لا اے ہمیشہ جلوہ زمزمہٴ رصنا کہ یوں !! ۱۷

(ج) آپ کی نعت گوئی قرآن سے مستنبط ہے۔ فرماتے ہیں۔

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ ۱۸

(د) شاعری اگر آدابِ شریعت سے ہٹ جائے تو مذموم ہے۔ ایسے مبالغہ آمیز اور دروغ گو
بے لگام شعراء کے بارے میں قرآن کا فیصلہ سنئے۔

والشعرا یبتغھم العاوان الایہ گمراہ لوگ بے ادب شاعروں کی اتباع
کرتے ہیں۔ ہاں اگر شاعری کو آدابِ شریعت کا پابند کر دیا جائے۔ تو وہی محمود و مستحسن
ہے۔ اس بارے میں آپ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

”اشعار حسنہ محمودہ کا پڑھنا جن میں حمد الہی و نعت رسالت پناہی جبل و علا و صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم و منقبت آل و اصحاب و علمائے دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر وجہ صحیح و نصح
مقبول شرعی یا ذکر موت و تذکیر آخرت و احوال قیامت و غیر ذلک مقاصد شرعیہ ہوں۔
قطعاً جائز و روا۔“ ۱۹

(۵) امام احمد رضا قدس سرہ نے نعت گوئی میں الفاظ کے انتخاب کے لئے متقدمین و متاخرین
علمائے کرام کی نگارشات کو معیار بنایا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر لفظ شہنشاہ کا استعمال
فرمایا۔ کسی نے اعتراض کیا یہ نعت میں روا نہیں، اس کے لئے ایک مستقل تصنیف
”فقہ شہنشاہ و ان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ“ فرمائی۔

(۶) امام احمد رضا قدس سرہ نے خود کہنے کے علاوہ دوسرے شعراء کے مشکل اشعار کی تشریح
بھی کی ہے۔ حضرت شاہ نور عالم میاں مارہروی نے ایک خط میں مرزا سودا کے دلچ ذیل

۱۷ حدائق بخشش حصہ اول۔

۱۸ حدائق بخشش حصہ اول۔

۱۹ فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ ص ۱۷۱۔

شعر کی تشریح طلب کی۔

ہوا جب کفر ثابت ہے یہ تمغائے مسلمانی

نہ لٹے شیخ سے زناں تبیح سلیمانی

اس شعر کی تشریح میں قرآنی آیات و احادیث پر مشتمل ایک تحریر سائل کو روانہ فرمائی
(من) امام احمد رضا قدس سرہ کا دور مسلمانوں کی غلامی کا دور تھا۔ دورِ غلامی میں شعر و ادب
میں غلامانہ اثرات در آتے ہیں۔ ۵۶۔ مگر آپ نے مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے دامن سے وابستہ کر کے ملتِ اسلامیہ کی کشتی کو تلاطم خیز موجوں سے

بچالیا۔

۵۶ تفصیل ملاحظہ ہو۔ المفوظ (حصہ اول) مؤلفہ مولانا محمد مصطفیٰ رضا بریلوی۔ ص ۴۱۔

نوٹ:۔ مذکورہ شعر کی تشریح اتنی بلند پایہ کی ہے کہ وہ وہم شاعر میں نہ گزری ہوگی۔ فقیہ قادری عفی عنہ۔

۵۷۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ شبلی نعمانی کی نظم مندرجہ الحجۃ المؤمنہ مصنفہ امام احمد رضا۔ ص ۹۳ - ۹۴

ابتدائی تعلیم کے بارے میں امام احمد رضا قدس سرہ کا نظریہ نہایت مکمل اور واضح ہے۔ فرماتے ہیں۔

”..... زبان کھلتے ہی اللہ اللہ، پھر لوپرا کلمہ لا الہ الا اللہ سکھائے۔ جب تمیز آئے آداب سکھائے۔ کھانے پینے، ہنسنے بولنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، حیا لحاظ بزرگوں کی تعلیم، ماں باپ استاد اور دختر کو شوہر کی بھی اطاعت کے طریق و آداب بتائے۔ قرآن مجید پڑھاٹے، استاد نیک صلح متقی صحیح العقیدہ سن رسیدہ کے سپرو کرے اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔ بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔ عقائد اسلام و سنت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی و قبول حق پر مخلوق ہے۔ اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و تعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان و عین ایمان ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آل و اصحاب و اولیاء و علماء کی محبت و عظمت تعلیم کرے کہ اصل سنت و زیور ایمان بلکہ باعث بقائے ایمان ہے۔ سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کر دے۔ علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز، روزہ کے مسائل، توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامت صدر و لسان وغیرہا خوبیوں کے فضائل۔۔۔ حرص و طمع، حب دنیا، حب جاہ، ریا، عجب، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہ برائیوں کے ردائل پڑھائے۔ پڑھانے، سکھانے میں رفق و نرمی ملحوظ رکھے۔ موقع پر چشم نمائی، تنبیہ تہدید کرے۔ مگر برگز کو سنانہ دے کہ اس کا کو سنان کے لئے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ فساد کا اندیشہ ہے۔ مارے تو منہ پر نہ مارے۔ اکثر اوقات تہدید و تخویف پر قانع رہے۔ کوڑا تہچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔ زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت نشاط پر باقی رہے۔ مگر زہار زہار بڑی صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یار بد یار بد سے بدتر ہے۔“

مردہ آل انڈیائیسنی کانفرنس منعقدہ بنارس ۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء مشمولہ خطبات آل انڈیائیسنی کانفرنس

مرتبہ محمد جلال الدین قادری۔ مطبوعہ گجرات ۱۹۷۸ء ص ۲۸۱ — ۲۸۲

۷۷ فتاویٰ رضویہ۔ جلد دہم۔ ص ۲۶ — ۲۷

ابتدائی تعلیم سے متعلق امام احمد رضا قدس سرہ کے نظریات اس قدر واضح ہیں کہ مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ امام موصوف یہ چاہتے ہیں کہ بچہ بڑا ہو کر زندگی کے جس شعبہ میں داخل ہونا چاہے داخل ہو جائے۔ جو آئندہ کرنا چاہے کرے مگر بنیادی طور پر مسلمان رہے۔ اس کے دل میں اسلام کی عظمت جاگزیں ہو۔ اس لئے وہ ابتدائی عمر میں اسلامی تعلیم پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔

۱۲۔ نظریہ تعلیم نسواں

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز عورتوں کی تعلیم کے نہ صرف حامی ہیں بلکہ ان کے نزدیک عورتوں کی تعلیم لازمی ہے۔ مگر موجودہ بے راہ رو تعلیم کے سخت مخالف ہیں۔ ان کے نزدیک عورتوں کو بنیادی مذہبی تعلیم دی جائے۔ طہارت، عبادات اور معاملات کی تعلیم دی جائے۔ مگر تعلیم کا ماحول نہایت پاکیزہ اور مستور ہونا چاہیے۔ ان کی تعلیم کے لئے اعلیٰ کردار کی حامل عورت اساتذہ کا انتخاب کیا جائے۔ انہیں امور خانہ داری کی تربیت دی جائے اور عورتوں سے متعلقہ مخصوص مسائل کی تعلیم دی جائے۔

چونکہ امام احمد رضا قدس سرہ ایک فقیہ ہیں۔ اس لئے وہ عورتوں کے پردہ کے سختی سے پابندی کے قائل ہیں۔ اس حیثیت سے مخلوط تعلیم کا تصور ان کے ہاں گناہ کبیرہ ہے۔ عورتوں کی تعلیم کے بارے میں آپ کے نظریات معلوم کرنے کے لئے ذیل کی عبارات کا مطالعہ ضروری ہے۔

(۱) "حَدِيثُ: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ كَبُوجِ كَثْرَةِ طَرِقٍ وَتَعَدُّ مَخَارِجِ حَدِيثِ حَسَنِ هُوَ. اس کا صریح مفاد ہر مسلمان مرد و عورت پر طلب علم کی فرضیت۔ تو یہ صادق نہ آئے گا۔ مگر اس علم پر جس کا تعلم فرض عین ہو" اے

اے فتاویٰ رضویہ۔ جلد دہم۔ ص ۱۶۔ نوٹ:۔ حجة الاسلام مولانا حامد رضا خلیف امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں۔ لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام بھی نہایت ضروری ہے اور اس میں دینیات کے علاوہ سوزن کاری اور معمولی خانہ داری کی تعلیم تا بعد امکان لازمی ہے۔ پردہ کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔ "خطبہ صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ مراد آباد (۱۹۲۵ء) مشمولہ خطبات آل انڈیا کانفرنس۔ ص ۱۲۸۔

سے کم عمر کی لڑکی کو پردہ کی حاجت نہیں اور جب وہ پندرہ برس کی ہو سب غیر محرم سے پردہ واجب اور نو سے پندرہ تک اگر آثار بلوغ ظاہر ہوں، تو واجب اور عظام ہوں تو مستحب خصوصاً بارہ برس کے بعد بہت مؤکد کہ یہ زمانہ قریب بلوغ و کمال اشتہا کا ہے۔ "وَمَنْ لَّمْ يَعْرِفْ أَهْلَ زَمَانِهِ فَهُوَ جَاهِلٌ"۔^۱

سر سید کو بجا طور پر جدید تعلیم کا محرک و داعی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ لڑکیوں کے لئے جدید تعلیم کو نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ مسلمان طالبات تدریس کے لئے مستعد ہوں۔

تعلیم چھوڑ کر نئی مغرب زدہ تعلیم میں مشغول ہوں۔ ۱۸۸۳ء میں گورداسپور کے مقام پر انمول خواتین پنجاب کے اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"اے میری بہنو! میں اپنی قوم کی خاتونوں کی تعلیم سے بے پرواہ نہیں ہوں میں دل میں ان کی ترقی، تعلیم کا خواہاں ہوں، مجھ کو جہاں تک مخالفت ہے، اس طریقہ تعلیم سے ہے۔ جس کے اختیار کرنے پر اس زمانہ کے کوتاہ اندیش مائل ہیں۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنا پرانا طریقہ تعلیم اختیار کرنے کی کوشش کرو۔ وہی طریقہ تعلیم تمہارے لئے دین و دنیا میں بھلائی کا پھل دے گا اور کانٹوں میں پڑنے سے محفوظ رکھے گا۔۔۔۔۔"

..... میری خواہش یہ نہیں ہے کہ تم ان مقدس کتابوں کے بدلے جو تمہاری دادیاں، نانیاں پڑھتی آئی ہیں اس زمانہ کی مروجہ نامبارک کتابوں کا پڑھنا اختیار کرو۔ جو اس زمانہ میں پھیلتی جاتی ہیں مردوں کو جو تمہارے لئے روتی کما کر لانے والے ہیں، زمانہ کی ضرورت کے مناسب کچھ سی علم یا کوئی سی زبان سیکھنے اور کیسی ہی نئی چال چلنے کی ضرورت پیش آئی ہو مگر ان تبدیلیوں سے جو ضرورتِ تعلیم کے متعلق تم کو پہلے تھی، اس میں کچھ

۱۔ فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، ص ۹۷۔

نوٹ:- علی گڑھ یونیورسٹی میں جب مخلوط تعلیم کو جاری کیا گیا تو اس وقت متدین علمائے اس کی سخت مخالفت کی جس مخالفت میں امام احمد رضا قدس سرہ کے خلیفہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی سرفہرستند ہیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔

ماہنامہ السواد الاعظم، مراد آباد، ج ۵، شمارہ ۷، ص ۴ -

تبدیلی نہیں ہوئی۔ تمہارا فرض ہے کہ تم اپنے ایمان اور اسلام سے واقف ہو۔ اس کی نیکی اور خدا کی عبادت کی خوبی کو تم جانو۔ اخلاق میں نیکی اور نیک دلی، رحم و محبت کی قدر سمجھو اور ان سب باتوں کو برتاؤ میں لاؤ۔ گھر کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھو، اپنے گھر کی مالک رہو۔ اس پر مثل شہزادی کے حکومت کرو اور مثل ایک لائق وزیرزادی کے منظم رہو۔ اپنی اولاد کی پرورش کرو۔ اپنی لڑکیوں کو تعلیم دے کر اپنا سا بناؤ۔ خداترسی، خداپرستی، ہمسایوں کے ساتھ ہمدردی اپنا طریقہ رکھو۔ یہ تمام سچی تعلیم نہایت عمدگی سے ان کتابوں سے حاصل ہوتی ہیں جو تمہاری دادیاں، نانیاں پڑھتی تھیں جیسی وہ اس زمانہ میں مفید تھیں۔ ویسی ہی اس زمانہ میں مفید ہیں۔ پس اس زمانہ کی نامفید اور نامبارک کتابوں کی تم کو کیا ضرورت ہے۔؟“ ۵

سرسید سے ملتے جلتے خیالات کا اظہار علامہ اقبال نے بھی اپنے اشعار میں کیا۔ اکبر الہ آبادی کے ظریفانہ انداز میں فرماتے ہیں۔

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
 ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ
 روشِ مغرب ہے مد نظر!!
 وضعِ مشرقی کو جانتے ہیں گناہ
 یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین
 پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

تعلیم نسواں کے بارے میں ضربِ کلیم کا ایک قطعہ اقبال کا نظریہ تعلیم جو عورتوں سے متعلق ہے۔ پیش خدمت ہے۔

تہذیبِ فرنگی ہے، اگر مرگِ امومت
 ہے حضرتِ انساں کے لئے اس کا ثمر موت
 جس علم کی تاثیر سے ”زن“ ہوتی ہے نازن“

ہوں۔ پردہ نشینین اگرچہ حالت حیض میں ہوں کہ نماز پڑھ بھی نہیں سکتیں۔ محض
 شرکتِ برکت دعا کے لئے عید گاہوں کو ضرور جائیں اور اب یہ احکام کیوں نہ ہے
 حضرت ام المؤمنین حفصہ تو ام المؤمنین ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا آج فقیہ فاطمہ
 سمرقندیہ بنتِ امام علاؤ الدین رحمہما اللہ تعالیٰ کے مثل کون سی بی بی ہے۔ بلکہ بعد
 تلاش و تفحص صرف معدود النساء کی کتابت کا پتا چلنا ہی بتا دیتا ہے کہ سلفاً خلفاً
 علماء و عامہ مومنین کا عمل اس کے ترک ہی پر رہا ہے۔ مرد ہر زمانے میں لاکھوں
 کاتب ہوئے اور عورتیں تیرہ سو برس میں معدود پڑھ کر کتابت ایک عظیم نافع
 چیز ہے۔ اگر کتابت نساء میں حرج نہ ہوتا، جمہور امت سلف سے آج تک اس کے
 ترک پر کیوں اتفاق کرتی۔ بالجملہ سبیل سلامت اسی میں ہے۔ لہذا ان اجلہ علماء کرام
 امام حافظ الحدیث ابو موسیٰ و امام علامہ تورپشتی و امام ابن الاثیر جزری و علامہ طیبی و
 امام جلال الدین سیوطی و علامہ طاهر فتنی و شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے اسی طرف میل فرمایا۔ وہ ہر طرح ہم سے اعلم تھے۔ اب جو
 اجازت کی طرف جائے، یا حالِ زمانہ سے غافل ہے یا امتِ مروجہ کی خیر خواہی سے
 عاقل..... اس حدیث میں علت منی کتابت کی طرف اشارہ ہے کہ
 عورت لکھنا سیکھ کر خود بھی فاسد غرضوں کی طرف راہ پائے گی اور فاسقوں کو بھی
 اس تک رسائی کا بڑا موقع مل جائے گا۔ جو لکھنا نہ جاننے کی حالت میں
 نہ ملتا کہ آدمی وہ بات لکھ سکتا ہے جو کسی کی زبانی نہ کہلا سکے گا۔ نیز خطِ بلچی سے زیادہ
 پوشیدہ ہے۔ تو اس میں حیلہ مکر کو بہت جلد راہ ملے گی۔ لہذا عورت لکھنا سیکھ کر صیقل
 کی ہوئی تلوار ہو جاتی ہے۔ انتہی ہندی مثل نے بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا۔
 اے لوری کوئی دیت ہے۔ متوازن ہتھیار..... "۔

۵ فتاویٰ رضویہ۔ جلد دہم۔ ص ۱۵۲ - ۱۵۸ -

نوٹ ۱۔ احادیث کی عبارت اور علمی بحثیں جو عربی میں ہیں۔ ہم نے نقل نہ کیں۔ ان کا
 تعلق علماء سے ہے۔

غیر ملکی امداد اور تعلیم

تعلیم کو عام اور سہل بنانے کے لئے اور ہر فرد متنفس کو حصولِ تعلیم کے مواقع فراہم کرنے کے لئے بعض اوقات مسلمانوں کے اپنے مالی وسائل ناکافی ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں بغرضِ تعلیم غیر مسلموں سے مالی امداد لینا پڑتی ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک غیر مسلموں کی ایسی امداد قبول کرنا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

۱۔ امداد، مخالف شرع کاموں کے لئے نہ ہو۔

۲۔ مخالف شرع کاموں کی ترغیب کے لئے نہ ہو۔

۳۔ امداد کو کسی قومی مفاد پر ترجیح نہ دی جائے۔

برصغیر میں انگریزی دور اقتدار میں مسلمان اپنی تعلیم کے لئے غیر مسلم حکومت (انگریزوں) سے امداد لیتے رہے۔ بہت سے مدارس اس امداد پر چلتے تھے۔ اس نظریہ کے مشروط جواز کو آپ نے اس طرح بیان فرمایا۔

”تعلیم دین کے لئے گورنمنٹ (انگریزوں) سے امداد قبول کرنا جو نہ مخالف شرع سے مشروط ہو۔ نہ اس کی طرف منجر ہو تو یہ نفع بے غائلہ ہے۔ جس کی تحریم پر شرع مطہر سے اصلاً کوئی دلیل نہیں۔“ ۱

ایک دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا۔

”جو مدارس ہر طرح سے خالص اسلامی ہوں۔ اور ان میں وہابیت نیچریت وغیرہما کا دخل نہ ہو، ان کا جاری رکھنا موجب اجرِ عظیم ہے۔ ایسے مدارس کے لئے گورنمنٹ اگر اپنے پاس سے امداد کرتی لینا جائز تھا، نہ کہ جب وہ امداد بھی رعایا ہی کے مال سے ہے۔“ ۲

۱۔ الحجۃ المؤمنۃ فی آیۃ المسنوخۃ۔ مصنفہ امام احمد رضا۔ مشمولہ رسائل رضویہ جلد دوم، ص ۹۷۔

۲۔ ایضاً۔ ص ۹۲۔

کتاب اور تعلیم

اس عنوان میں کتاب کی دو حیثیتوں کا تعین مقصود ہے۔

- ۱- ذریعہ تعلیم میں کتاب کا حصہ۔
- ۲- تعلیم میں کیسی کتاب ہونی ضروری ہے۔
- ۱- امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک کتاب تعلیم کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی ذرائع تعلیم میں مثلاً وعظ، خطبہ، تبلیغ و ارشاد و غیرہ۔
- کسی نے عرض کیا کہ کتب بینی ہی سے علم حاصل ہوتا ہے۔
- جواب میں فرمایا۔

”یہی کافی نہیں بلکہ علم افواہ رجال سے بھی حاصل ہوتا ہے۔“

- ۲- تعلیم میں کون سی کتاب معتبر ہوگی۔ — ایک سوال کے جواب میں آپ نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

”کتاب کا چھپ جانا اسے متواتر نہیں کر دیتا کہ چھاپے کی اصل وہ نسخہ ہے۔ جو کسی الماری سے ملا۔ اس سے نقل کر کے کاپی ہوئی۔ سیدھی صاف باتوں میں کسی کتاب سے کہ ظنی طور پر کسی بزرگ کی طرف منسوب ہو۔ استناد اور بات ہے۔ اور ایسے امر میں جسے مسند نے کلمہ کفر بنایا۔ اور اس سے توہین شان رسالت کے جواز پر سند لایا۔ اس پر اعتماد اور بات۔ علماء کے نزدیک اتنی درجہ ثبوت یہ ہے کہ ناقل کے لئے مصنف تک سند مسلسل متصل بذریعہ ثقافت ہو۔“

۱- المفوظ مصنف مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا۔ جلد اول۔ ص ۹۔

۲- حجت العوار عن مخدوم بہار مصنف امام احمد رضا مطبوعہ لاہور۔ ص ۵۔

”آخر قرار داد اس پر ہوا کہ اعتماد اس پر ہے۔ جو ایسی مشہور و معتد کتابوں میں ہو جن کی شہرت کے سبب ان میں تغیر و تحریف سے امان ہو۔“ ۱۷

۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء میں پنجاب یونیورسٹی کے ایم اے عربی کورس میں ڈاکٹر نکلسن کی کتاب تاریخ عربی ادب اور بنی اسے کے اسلامی تاریخ کے نصاب میں جرمینی کے پروفیسر ڈاکٹر ڈائمن کی ہسٹری آف دی اسلامک پیپلز داخل تھیں۔ ان کتابوں میں سنو ریڈ نوز صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں نہایت بد تمیزی کے کلمات استعمال کئے گئے تھے۔ مسلمانوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ احتجاج کرنے والوں میں حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے خلیفہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی سرفہرست ہیں۔ آپ نے اپنے رسالہ السواد الاعظم میں ایک طویل احتجاجی نوٹ لکھا جس میں لکھا۔

”اگر یہ سچ ہے تو جن لوگوں نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے ان کتابوں کا ترجمہ کیا، یا ان کو یونیورسٹی کے کورس میں داخل کرنے کی سفارش کی وہ اسلام کے بدترین دشمن، اور ناپاک دل انسان ہیں۔ اور تمام دنیا کی لعنت و نفرت کے مستحق..... نیز گورنمنٹ سے پُر زور مطالبہ کیا جائے کہ وہ ان کتابوں کی اشاعت کو ایک دم روک دے۔ اور اس کے تمام نسخوں کو ضبط کرے اور یونیورسٹی کے نصاب سے خارج کر دے۔ جب تک ایسا نہ ہو مسلمان یونیورسٹی سے قطع تعلق کر دیں۔“ ۱۸

ایسی کتابیں جن میں خلاف شرع مضامین ہوں مخطبانِ بارگاہِ خداوندی کی اہانت ہو۔ کس بدترین کافر و فاسق کی تعریف ہو، کی تعلیم کسی طرح بھی روا نہیں۔

۱۷ ایضاً۔ ص ۷۔

۱۸ السواد الاعظم مراد آباد۔ جلد ۱، نمبر ۱۰۔ ماہ صفر ۱۳۵۰ھ ص ۹۔ ۱۱

۱۵۔ ذریعہ تعلیم

تعلیم کے موضوع میں ذریعہ تعلیم ایک اہم تصفیہ طلب امر ہے۔ ذریعہ تعلیم غلط مانج پانے سے اکثر طلباء اعلیٰ تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔ قومی صلاحیتیں اباگر نہیں ہو سکتیں۔ اجنبی زبان میں تعلیم یا مشکل انداز میں تعلیم، دونوں صورتوں میں طلب علم کی علمی ترقی میں حائل ہوتی ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ کا اس بارے میں نظریہ یہ ہے کہ ابتدائی تعلیم ہر شخص کو اس کی اپنی مادری یا علاقائی زبان میں دی جائے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے مشکل یا غیر ملکی زبان استعمال کی جا سکتی ہے۔ اس نظریہ پر آپ کا پورا فتاویٰ شاید عاواں ہے کہ جس شخص نے جس زبان میں استفتا پیش کیا اسی زبان میں اس کا جواب دیا۔ اردو، فارسی، عربی حتیٰ کہ انگریزی زبان میں آئے ہوئے استفتاء کو انہی کی زبانوں میں جواب دیا۔ یہاں تک کہ اگر ایک شخص شرکی نسبت فہم سے زیادہ دلچسپی یا مہارت رکھتا ہے تو اس کا جواب بھی نظم میں دیا۔

۱۴۔ تعلیم اور غیر متعلقہ امور

تعلیم کو مفید اور معیاری بنانے کے لئے ضروری ہے کہ دورانِ تعلیم غیر مفید اور غیر متعلقہ امور سے بچتا رہے۔ غیر متعلقہ امور میں پڑنا امام احمد رضا قدس سرہ کے نزدیک وقت کا زیاں ہے۔ نیز ایسے آدمی کو تعلیم دینا جو خواہ مخواہ تعصب کی آگ کو دل میں رکھتا ہو، بے سود ہے۔

جناب امیر علی رضوی نے موضع سرنیان ضلع بریلی سے ایک استفتاء پیش کیا کہ فلاں فلاں آپ کے طریق کار، اوقات نماز اور دیگر امور پر متعرض ہیں ان کی تسلی کے لئے کیا کیا جائے۔ آپ نے جواب لکھا۔

..... اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا۔ یونہی ہم نے ہر نبی کے دشمن کر دیئے آدمیوں اور جنوں میں کہ شیطان کہ ان میں ایک دوسرے کے دل میں جھوٹی بات ڈالتا ہے۔ دھوکے کی۔ جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ برتاؤ۔ ہا تو ان کے ادنیٰ غلام کیوں اپنے آقا یاں کرام کے ترکہ سے محروم رہیں جبائے ہزاراں ہزار شکر ہے کہ ہم نالائقوں کو اپنے کریموں کے ترکہ سے حصہ ملے۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں۔ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ۔ جاہلوں سے منہ پھیر لو اور فرماتا ہے کہ جاہلوں کے جواب میں یوں کہو، لَا مَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ۔ جاہلوں کے منہ لگنا ہم نہیں چاہتے۔ نہ کہ وہ حضرات کہ جاہل بھی ہوں اور کذاب بھی اور مفتری بے حجاب بھی اور معاند متعصب آج بھی ایسوں کے لئے یہ مناسب ہے کہ فَرُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ

”نہیں چھوڑ دو اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں“ ان تمام مسائل کے روشن بیان ہمارے
 فتاویٰ میں موجود ہیں مگر متعصب معاند کو علم دنیا بے سود اور کذب و افتراء کا علاج
 مفقود..... سائل کو ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ کسی کی ایسی بے پردہ
 باتیں پیش نہ کرے :۔ لے

لے فتاویٰ رضویہ۔ جلد دوم۔ ص ۲۳۱

مآخذ و مراجع

امام احمد رضا قدس سره	احکام شریعت
شاہ ولی اللہ	المجرب اللطیف
شاہ ولی اللہ	الطاف القدس فی معرفۃ لطائف القدس
محمد احمد خاں	اقبال اور مسئلہ تعلیم
شیخ عطا اللہ	اقبال نامہ
شاہ ولی اللہ	انفاس العارفين
پروفیسر محمد سعید احمد	اکرام امام احمد رضا
امام غزالی	اکسیر ہدایت (ترجمہ)
امام احمد رضا قدس سره	الاجازات التینتہ لعلما رکبۃ والمدینۃ
امام احمد رضا قدس سره	الرضا بریلی ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ
"	الکشف شافی فی حکم فوجہ انبیا
"	الحجۃ المؤمنہ فی آیۃ المستحی
"	الکلمۃ الملہمۃ
علامہ اقبال	بانگ درا
امام احمد رضا قدس سره	بریق المنار بشموع المنار
مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی	تاریخ روہیا کھنڈ مع تاریخ بریلی
خواجہ رضی حیدر	تذکرہ محدث سورتی
ڈاکٹر برہان احمد قادری	تعلیم کا مسئلہ اور اس کا حل
	تعلیم کی نظریاتی اساس

امام احمد رضا قدس سرہ	تیسرا الماعون للکمن فی الطاعون
علامہ اقبال	جاوید نامہ
سید محمد تقی	جمہوریت اور تعلیم
مولانا محمد ظفر الدین بہاری	چودھویں صدی کے مجدد
امام احمد رضا قدس سرہ	حدائق بخشش
امام احمد رضا قدس سرہ	حجب العوارض عن مخدوم بہار
" " "	حسام الحرمین
پروفیسر محمد مسعود احمد	حیات مولانا احمد رضا بریلوی
مولانا ظفر الدین بہاری	حیات اعلیٰ حضرت
سید غلام معین الدین نعیمی	حیات صدر الافاضل
الطاف حسین حالی	حیات جاوید
شاہ ولی اللہ	خانمہ تادیل الاحادیث
محمد جلال الدین قادری	خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس
جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی	وداع المہیر
مولانا محمد تقی علی خاں	رسالہ فی فضل العلم والعلما
علامہ اقبال	رموز بنجودی
امام احمد رضا قدس سرہ	زہرۃ السلاۃ من شجرۃ الائمۃ الحدیث
	سالانہ رپورٹ ندوۃ العلماء ۱۳۱۲ھ
جلد ۳ ، نمبر ۱	السواد الاعظم مراد آباد جلد ۲ ، نمبر ۱
جلد ۵ ، نمبر ۷	" "
جلد ۵ ، نمبر ۱	" "
حکیم محمود احمد برکاتی	شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان
امام احمد رضا قدس سرہ	نور شاہ وان القلوب بید المحبوب بقطار اللہ

نعت شریف

عرش کی عقل دنگ سے چرخ میں آسمان ہے
 بزمِ ثنائے زلف میں میری غمِ دوس فکر کو
 عرش پہ جا کے مرغِ عقل تھک کے گرا غش آگیا
 عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرشتے طرہ دصومِ حمام
 اک تیرے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی
 وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ ہو
 گو میں عالمِ شبابِ حالِ شباب کچھ پوچھ
 مجھ سایاہ کار کون ان سائیفِ ہے کہاں
 پیشِ نظر وہ نو بہار سجے کو دل ہے بیقرار
 شانِ خدا نہ ساتھ دے ان کے خرام کا دوبان
 بارِ جلال اٹھایا گرچہ کلیجہ شقی ہوا
 یوں تو یہ ماہِ سبز رنگِ نفروں میں دھان پان

خوف نہ رکھِ رضا دزا، تو تو ہے عبدِ مصطفیٰ

تیرے لیے امان ہے تمہارے لیے امان ہے

مناسبات

از: اعلیٰ حضرت رفیقہ فاضل بریلوی، رحمۃ اللہ علیہ

جب پڑے شکل شہہ شکل کشا کا ساتھ ہو
 شادی دیدارِ حسن مصطفیٰ کا ساتھ ہو
 اُن کے پیارے رُخ کی صبح جانفرا کا ساتھ ہو
 امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو
 صاحبِ کوثر شہہ جو دو عطا کا ساتھ ہو
 سید بے سایہ کے نطلِ بوا کا ساتھ ہو
 دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو
 عیب پوشِ خلقِ ستارِ خطا کا ساتھ ہو
 ان تہتم ریز ہونٹوں کی دُعا کا ساتھ ہو
 چشمِ گریبانِ شفیعِ مرتجے کا ساتھ ہو
 ان کی نجی نجی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو
 آفتابِ ہاشمی نور الہی کا ساتھ ہو
 رَبِّ سَلِّمْ کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو
 قدسیوں کے لب پہ امینِ ربنا کا ساتھ ہو

یا الہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
 یا الہی محبوبِ جاؤں نزع کی تکلیف کو
 یا الہی گورِ تیرہ کی جب آنے سختِ رات
 یا الہی جب پڑے محشر میں شورِ وار و گیر
 یا الہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
 یا الہی سر و مہری پر ہو جب خورشیدِ حشر
 یا الہی گرمیِ محشر سے جب بھڑکیں بدن
 یا الہی نامرِ اعمال جب کھٹنے لگیں!
 یا الہی جب بہیں آنکھیں حسابِ جرم میں
 یا الہی جب حسابِ خندہ بے جاڑ لائے
 یا الہی زنگ لائیں جب میری بے باکیاں
 یا الہی جب چلوں تارکِ راہِ پلِ صراط
 یا الہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے
 یا الہی جو دُعا لے نیک میں تجھ سے کرو

یا الہی جب رضا خوابِ گراں سے سُراٹھلے
 دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

عالی حضرت بریلوی کے حضور؟

احمد رضا! مجددِ دوراں تمہی تو ہو
محبوبِ کبریا کے شتِ خواں تمہی تو ہو

جادہ شناسِ منزلِ ایماں تمہی تو ہو
مسند نشینِ محفلِ ایتاں تمہی تو ہو

بنیمِ وفا کی شمعِ فروزاں تمہی تو ہو
جس سے حریمِ نعت ہے تاباں تمہی تو ہو

تم رہبرِ اہلِ صلِ ملت ہو بالیقین
بحرِ علوم و شراحِ قرآن تمہی تو ہو

سالارِ کاروانِ محبتاںِ مصطفیٰ
بدعتِ سرانے خواجہ گہاں تمہی تو ہو

تم ہو امامِ نغمہ گراں شہِ اُمم
اور جانشینِ حضرتِ حساں تمہی تو ہو

رودادِ شوقِ دم سے تمہارے ہے بااثر
یعنی کتابِ عشق کے عنوان تمہی تو ہو

دلہاؤں و شہر کو فکِ منور کی بھیک دو

میں نارِ نورِ حکمت و عرفاں تمہی تو ہو

(رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ)

ایکمِ جبہ جو پناہ ہے — نذر گزار۔ فہرستِ رانجیہ پوزانہ ضلع میانکوٹ

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com